ابنِ صفی

جلد نمبر 20

جاسوسی دنیا

64- شیطان کی محبوبہ

65- انوکھے رقاص

66- پُراسرار موجد

جاسوسی دنیا نمبر 66

پُراسرار موجد

(مکمل ناول)

پیش رس

"پُر اسرار موجد" اپنے نام ہی کی طرح پُراسرار ہے۔ اس کی سب سے اہم خصوصیت یہی ہے کہ ابتداء سے انتہا تک یہ پتہ نہیں چل پاتا کہ مجرم کون ہے؟ اور ناولوں کے برعکس اس میں کوئی گروہ نہیں ہے، بلکہ مجرم ایک ہی ہے! وہ اتنا ہوشیار ہے کہ جب فریدی اس پر ہاتھ ڈالتا ہے تو ذہن کو یک بارگی جھٹکا لگتا ہے۔ ابن صفی کی دیگر کہانیوں میں بھی یہ خوبی پائی جاتی ہے مگر اس کہانی میں ایک نئے حسن کے ساتھ ہے۔ عام جاسوسی کہانیوں کے برعکس اس میں "جسمانی مشقت" کم ہے یعنی مار پیٹ گھونسے بازی اور دندان شکن سوال و جواب وغیرہ اس کے بجائے ذہنی ورزش سائنٹیفک طریقہ تحقیقات، کرید، چھان بین پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اسی بناء پر پُراسرار موجد کی کہانی بالکل روزانہ زندگی میں ہونے والے بہت سے جرائم سے ملتی جلتی ہے۔

حمید اس بار بھی بہت چاک و چوبند نظر آتا ہے۔ "بکرائیت" کی تبلیغ اور برخوردار بغرا خاں کا ساتھ اس کے ذہن کی منجمد تہیں کھول دیتا ہے اور ہم بے اختیار قہقہہ لگانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان تمام خوبیوں کے ساتھ مجھے جو بات سب سے زیادہ پسند آئی ہے وہ صوفیہ نجمی کا کردار ہے۔

ابن صفی عظیم ناول نگار ہونے کے ساتھ بہت بڑے ماہر نفسیات ہیں۔ انہوں نے لاتعداد نفسیاتی شہ پارے تخلیق کئے ہیں۔ ان کے نام کہاں تک گنواؤں۔ یہاں صرف یہ سمجھ لیجئے کہ صوفیہ کا کردار ان کرداروں میں ایک درخشندہ ستارے کی حیثیت رکھتا ہے۔ "اس کی معصومیت اور اس کی گھبراہٹ" باپ سے اس کی محبت ان انسانی خصوصیات کو ظاہر کرتی ہے جن سے انسانیت عبارت ہے۔ اس کی ماں کا کردار، جو بالکل متضاد ہے۔ بڑی چابکدستی سے پیش کیا گیا ہے۔

پبلشر

لاش

کیپٹن حمید نے ٹائی کی گرہ درست کرنے کے بعد آئینے پر الوداعی نظر ڈالی اور دروازے کی طرف بڑھا۔ اتوار کی صبح تھی اور فریدی بھی گھر پر موجود نہیں تھا۔ لہٰذا اس کی واپسی سے قبل ہی کھسک جانا مناسب تھا۔

ایک قدم کمرے میں تھا اور دوسرا دروازے سے باہر کہ فون کی گھنٹی بجی۔

حمید جھلاہٹ میں سلیپر اٹھا کر فون کی طرف دوڑا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اگر کہیں جاتے وقت اُلو کی آواز سنائی دے، بلی راستہ کاٹ جائے یا فون کی گھنٹی بج اٹھے تو اس کا مطلب ہے نحوست۔ یعنی پھر کہیں جانے کا ارادہ ہرگز پورا نہیں ہوسکتا۔

''ہالو......!'' وہ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دھاڑا۔

''میں رمیش ہوں......حمید بھائی۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''تم لنکا کے راون ہو......خدا تمہیں غارت کرے۔''

''خواہ مخواہ مجھے تاؤ نہ دکھاؤ۔ میں نے کرنل صاحب کے حکم کے مطابق آپکو فون کیا ہے۔''

''مگر کیوں کیا ہے۔''

''یہاں سینٹ جوزف کالونی میں ایک کیس ہوگیا ہے۔''

''یہ اتوار کو کیس کیوں ہوا کرتے ہیں۔ کیا کوئی مجھے بتائے گا۔'' حمید دانت پیس کر بولا۔

"پتہ نوٹ کرو اور کرنل صاحب کے حکم کے مطابق یہاں پہنچ جاؤ...... نمبر ۳۲۱ سینٹ جوزف کالونی۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ حمید نے ایک جھٹکے کے ساتھ ریسیور کو کریڈل میں ڈالتے ہوئے اپنے مقدر کو دو چار سلواتیں سنائیں اور...... اور پھر اب اس کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا کہ وہ سینٹ جوزف کالونی کی طرف روانہ ہو جاتا۔ ویسے اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہ یہاں سے سیدھا "خاموش کالونی" کی طرف دوڑتا چلا جائے۔ لیکن اس نے چپ چاپ موٹر سائیکل اٹھائی اور سینٹ جوزف کالونی کی طرف روانہ ہو گیا۔

"اتواری کیسوں سے اسے بڑی نفرت تھی۔ وہ دل ہی دل میں جھلتا ہوا راستہ طے کرتا رہا۔ ابھی پچھلی ہی رات کو وہ فریدی کے ساتھ اس کے بعض فائلوں میں دو بجے تک سر کھپاتا رہا تھا۔ بعض کاغذات کو دوبارہ ترتیب دینے میں بہت وقت خراب ہوا تھا۔ خدا خدا کر کے ڈھائی بجے سونا نصیب ہوا تو صبح تفریح کے بجائے یہ مصیبت...... گویا یہ کیس اتوار کے انتظار میں تاک لگائے بیٹھے ہی رہا کرتے ہیں۔

حمید نے لفظ کیس پر سات بار لعنت بھیجی، لیکن موٹر سائیکل دوڑتی ہی رہی۔ کیس پر لعنت بھیجنے سے نہ تو موٹر سائیکل ہی رک سکتی تھی اور نہ یہی ہو سکتا تھا کہ وہ جوزف کالونی کا راستہ بھول جاتا۔

آخر کار وہ وہاں پہنچ ہی گیا وہ مکان بھی تلاش کرنے میں دشواری نہیں ہوئی جس کا نمبر اسے فون پر بتایا گیا تھا۔ باہر چار کانسٹیبل موجود تھے۔ دو پولیس کاریں کھڑی تھیں اور تیسری فریدی کی لنکن تھی۔

کانسٹیبل اُسے دیکھ کر ایک طرف ہٹ گئے اور وہ ایک کانسٹیبل کی رہنمائی میں موقعہ واردات کی طرف روانہ ہو گیا۔ عمارت خاصی بڑی تھی اور ساز و سامان کے اعتبار سے اس کا مکین کوئی ذی حیثیت آدمی معلوم ہوتا تھا۔

وہ کئی راہداریوں سے گزرتا ہوا ایسی جگہ پر پہنچا جہاں دو تین سب انسپکٹر موجود تھے ایک ادھیڑ عمر کی یوریشین عورت اور ایک نوجوان لڑکی بھی تھی۔ وہ سب خاموش تھے۔

ایک سب انسپکٹر نے ایک کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

حمید اندر آیا لیکن کمرے کا منظر اتنا متاثر کن تھا کہ وہ سناٹے میں آ گیا۔ وہ سب کچھ دیکھ سکتا تھا لیکن خوبصورت لڑکیوں کی لاشیں اس سے نہیں دیکھی جاتی تھیں۔

اوہ وہ لاش تو یقیناً دل ہلا دینے والی تھی۔ اس کی عمر زیادہ سے زیادہ چوبیس سال رہی ہوگی۔ ایک نازک سی یوریشین لڑکی جس کے خدوخال موت کے بعد بھی دلآویز تھے۔ اس کی داہنی کنپٹی سے خون بہہ بہہ کر فرش پر پھیل گیا تھا اور آنکھیں کھلی ہوئی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ کر جاگ پڑی ہو اور اعصابی اختلال نے پلکیں جھپکانے سے باز رکھا ہو۔

داہنے ہاتھ کے قریب ایک ریوالور پڑا تھا۔ اس کے علاوہ کمرے میں اور کسی قسم کی بدنظمی نہیں نظر آئی۔ ساری چیزیں قاعدے سے اپنی جگہوں پر جمی ہوئی تھیں۔ یہ کمرہ غالباً خواب گاہ کی حیثیت سے استعمال ہوتا رہا تھا۔ یہاں کے سازوسامان سے یہی ظاہر ہوتا تھا۔

محکمہ سراغ رسانی کے فوٹوگرافر پوشیدہ نشانات کے چکر میں تھے اور کرنل فریدی محدب شیشے سمیت ایک میز پر جھکا ہوا تھا۔ حمید کی آہٹ پر وہ چونک کر مڑا اور پھر میز پر جھک گیا۔

حمید لاش کے قریب آیا۔ جھک کر گولی کا زخم دیکھا اور پھر کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"قتل......!" اس نے فریدی کے قریب پہنچ کر آہستہ سے پوچھا۔

"فی الحال خودکشی ہی سمجھو۔"

"یعنی قتل بھی ہو سکتا ہے۔"

"شاید......!" فریدی کی آنکھوں سے بے یقینی صاف ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ سیدھا کھڑا ہو کر فوٹوگرافروں کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اس میز پر بھی پاؤڈر ڈالو۔"

ایک آدمی نے آگے بڑھ کر کیمرے کی شکل کی ایک چھوٹی سی مشین کا بٹن دبایا جس کے ایک سوراخ سے بھورے رنگ کا غبار نکل کر میز کی سطح پر منتشر ہونے لگا۔ فریدی نے اُسے دیکھا اور مطمئن ہو کر سر کو خفیف سی جنبش دی۔ فوٹوگرافر میز کی طرف متوجہ ہو گیا۔

فریدی نے حمید کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ دونوں ایک خالی کمرے میں جا بیٹھے۔

''یہ......!'' فریدی چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ''پروفیسر نجمی کا مکان ہے۔ کیا تم نے پہلے بھی کبھی یہ نام سنا ہے۔''

''نہیں......!''

''نہ سنا ہوگا۔ بہرحال یہ اپنی ایجادات کے خبط کی بناء پر تھوڑی بہت شہرت بھی رکھتا ہے۔ مرنے والی اس کی سیکریٹری تھی۔ آج صبح اس کی لاش نجمی کی بیوی نے دریافت کی۔''

فریدی خاموش ہوکر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ ''واضح رہے کہ اس کی بیوی سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں اور وہ اسکے ساتھ نہیں رہتی۔ آج صبح وہ اس سے جھگڑا کرنے آئی تھی۔''

''کس سے۔''

''پروفیسر سے......اس نے باہر کا دروازہ کھلا پایا اور بے دریغ اندر گھستی چلی آئی۔ یہ بہرحال اس کے شوہر کا مکان ہے۔ دونوں کے تعلقات خواہ کیسے ہی ہوں اس نے اندر کچھ اس قسم کا سناٹا محسوس کیا جیسے یہاں کوئی موجود نہ ہو۔ وہ مختلف کمروں میں اپنے شوہر کی تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ اچانک اس کمرے میں اس نے لڑکی کی لاش دیکھی۔ اس کے بعد بھی اس نے پروفیسر نجمی کی تلاش کا سلسلہ جاری رکھا لیکن وہ کہیں نہ مل سکا۔''

''نوکر بھی موجود نہیں تھے۔''

''نہیں......وہ تو اس وقت آئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ صرف دن کو یہاں رہتے ہیں۔ رات کیلئے ان کی چھٹی ہوتی ہے اور وہ اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ پروفیسر کی بیوی نے یہیں سے فون پر اس حادثے کی اطلاع پولیس کو دی اور پھر اس وقت سے وہ یہیں ہے۔''

''وہ عورت تو نہیں، جو باہر ملی تھی۔''

''ہاں......وہی!''

''وہ تو یوریشین ہے اور اس کے ساتھ ایک یوریشین لڑکی بھی تھی۔''

''وہ نجمی کی بیوی ہے اور دوسری اس کی لڑکی۔ لڑکی نجمی ہی سے ہے۔''

''اوہ.....! تو یہ نجمی کوئی بوڑھا آدمی ہے۔''

''ہاں......غالباً۔''

''کیا آپ ذاتی طور پر اسے نہیں جانتے۔''

''نہیں۔''

''وہ اس وقت کہاں ہے۔''

''ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا۔''

''اوہ......!'' حمید ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدی نے کہا۔ ''میں نے ابھی تک ٹھیک سے اس عورت کا بیان نہیں لیا۔ تم اسے یہاں بلاؤ۔''

حمید اٹھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھاری بھرکم یوریشین عورت کمرے میں داخل ہوئی۔

''تشریف رکھیے۔'' فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

عورت بیٹھ گئی۔ موٹاپے کی وجہ سے اس کی سانس پھول رہی تھی اور آنکھیں بھوکی بلیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

فریدی نے عورت سے پوچھا۔ ''کیا صاحبزادی بھی آپ کے ساتھ تھیں جب آپ نے لاش......!'' وہ کہتے کہتے قصداً رک گیا۔

''نہیں جناب۔'' عورت اپنے چہرے پر رومال جھلتی ہوئی بولی۔ ''میں تنہا تھی۔ پولیس کو فون کر دینے کے بعد مجھے خیال آیا کہ اب میں اس وقت تک یہاں سے ہل بھی نہیں سکتی جب تک پولیس نہ آ جائے۔ لہٰذا میں نے اُسے بھی فون کر کے یہیں بلا لیا۔''

''آپ کا قیام اور کہیں ہے۔''

''ہم ہوٹل ڈی فرانس میں مقیم ہیں۔'' عورت نے جواب دیا۔

''مستقل طور پر۔''

''جی نہیں! ہم پچھلی رات نصیر آباد سے آئے تھے۔ مستقل قیام وہیں ہے۔''

''اوہ......اچھا......کیا آپ بتا سکیں گی کہ نجمی صاحب کہاں ہیں۔''

''میں کیا بتا سکوں گی۔ یہ بات تو آپ کو نوکروں سے معلوم ہو سکتی ہے۔''

''آپ نے پوچھا۔''

''نہیں۔''

''آپ کو پوچھنا چاہئے تھا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کا یہ فعل غیر فطری نہ ہوتا۔''

''جی ہاں...... قطعی فطری ہوتا لیکن ایسے حالات میں احتیاط بھی ضروری ہے۔ میں زیادہ گفتگو کر کے پولیس کو اس بات کا موقعہ نہیں دینا چاہتی کہ وہ مجھ پر ہی شبہ کرنے لگے۔''

''آپ پر کیوں؟'' فریدی نے حیرت ظاہر کی۔

''دنیا جانتی ہے کہ ہماری ناچاقی کے اسباب کیا ہیں۔''

''پھر شاید میں دنیا میں نہیں ہوں۔'' فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔

''اوہ ...... دیکھئے...... ہم دونوں کے صرف تعلقات خراب ہیں۔ ہم نے قانونی طور پر علیحدگی اختیار نہیں کی، لہٰذا میں پروفیسر کے خلاف کچھ نہیں کہنا چاہتی۔''

''ایسے کسی موقع پر بھی آپ اپنی زبان بند رکھیں گی۔ مجھے حیرت ہے۔''

عورت کچھ نہ بولی۔ فریدی نے کہا۔ ''فرض کیجئے! پولیس آپ پر شبہ کرنے لگے تو۔''

''میں کیا کر سکتی ہوں۔'' عورت نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

''آپ نصیر آباد سے کیوں آئی تھیں۔''

''یہ ایک بالکل نجی معاملہ ہے لہٰذا......!''

فریدی اس کے جواب کی طرف دھیان دیئے بغیر بولا۔ ''یہ بھی ممکن ہے کہ نجمی صاحب کی سیکریٹری کو آپ شبے کی نظر سے دیکھتی رہی ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ پچھلی رات کو یہاں آئی ہوں...... اور...... پھر صبح بھی آئی ہوں۔''

عورت کے چہرے پر زردی پھیل گئی اور اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

''میں جانتی تھی ہماری ناچاقی کے اسباب سے پولیس بھی واقف ہوگی۔ لیکن آپ یقین کیجئے کہ میں نے اُسے قتل نہیں کیا۔ میرے خدا قتل؟ میں کبھی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔''

وہ چند لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ ''میرے تعلقات اسی بناء پر خراب ہو گئے ہیں کہ وہ آوارہ عورتوں کے پیچھے دوڑتا پھرتا ہے۔ خوبصورت لڑکیاں رکھتا ہے۔ اب یہی لڑکی جو آرٹس کی گریجویٹ تھی۔ سائنسی تحقیقات کے سلسلے میں اس کی کیا مدد کر سکتی ہو گی۔''

''اوہ، تو آپ اسی لڑکی کے سلسلے میں پروفیسر سے جھگڑا کرنے آئی تھیں۔''

''یہ قطعی غلط ہے۔ میں اس سے یہ کہنے آئی تھی کہ اگر ہم ساتھ نہیں رہ سکتے تو پھر قانونی طور پر ہی علیحدگی کیوں نہ ہو جائے۔''

''لیکن جب آپ یہاں آئیں تو سیکریٹری سے آپ کا جھگڑا ہو گیا۔'' فریدی نے کہا۔

''اوہ میرے خدا۔'' عورت آنکھیں بند کر کے اپنی پیشانی رگڑتی ہوئی بولی۔ ''کیا آپ سچ مچ مجھے پھانسی دلوانا چاہتے ہیں۔''

''جھگڑا نہیں ہوا تھا آپ کا اس سے۔''

''ہرگز نہیں...... میں نے پچھلی رات اس کی شکل تک نہیں دیکھی۔ آپ ہوٹل ڈی فرانس سے معلوم کر سکتے ہیں کہ ہم نے پچھلی رات وہیں گزاری تھی۔ البتہ میں بہت سویرے یہاں کے لئے روانہ ہو گئی تھی۔ خیال یہ تھا کہ پروفیسر سے ملاقات ہو جائے۔''

''یہ لڑکی ان کے پاس کب سے تھی۔''

''شاید پچھلے سال سے۔''

''کیا آپ کسی ایسے آدمی سے بھی واقف ہیں جو اس لڑکی کو کسی بناء پر قتل کر سکتا ہو۔''

''یوں تو خود...... پروفیسر...... اوہ...... نہیں دیکھئے مسٹر۔ میری ذہنی حالت اس وقت ٹھیک نہیں ہے۔''

''کوئی بات نہیں۔ آپ جو کچھ بھی کہنا چاہتی ہیں صاف صاف کہئے اس سے صحیح مجرم کو پکڑنے میں مدد ملتی ہے۔ ضروری نہیں کہ پروفیسر نے اسے قتل ہی کر دیا ہو، لیکن ہمیں ہر زاویئے سے اس کیس پر نظر ڈالنی پڑے گی۔''

''نجمی......!'' عورت نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو۔ کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''وہ ایک عورت سے بہت جلد اکتا جاتا ہے۔ خود میری موجودگی میں نہ جانے کتنی عورتوں سے اس کے مراسم رہے اور ختم ہو گئے۔''

''تو وہ اتنا ہی اکتا سکتا ہے کہ اپنی کسی داشتہ کو قتل کر دے۔''

''اسکا جواب تو وہی دے سکے گا۔'' عورت نے بیزاری سے کہا۔ ''میں کیا بتا سکتی ہوں۔''

''اچھا شکریہ۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کو پھر تکلیف دی جائے۔'' فریدی نے کہا اور حمید کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن عورت دروازے کے قریب بھی نہیں پہنچی تھی کہ وہ اسے روک کر بولا۔

''آپ پولیس کو اطلاع دیئے بغیر اس شہر سے باہر نہیں جا سکیں گی۔''

''کب تک۔'' عورت جھلا کر مڑی۔

''جب تک پولیس اس کی ضرورت سمجھے۔''

''میں یہاں زیادہ دنوں تک نہیں ٹھہر سکتی۔''

''مجبوری ہے محترمہ۔'' فریدی نے کہا اور حمید سے بولا۔ ''کسی ایک نوکر کو بلاؤ۔''

عورت فرش پر پیر پٹختی ہوئی چلی گئی۔

''اس کی لڑکی کو کیوں نہ لاؤں۔'' حمید نے تجویز پیش کی۔

''جو میں کہہ رہا ہوں کرو۔''

حمید چپ چاپ باہر کو چلا آیا اور پھر ایک نوکر کے ساتھ واپسی ہوئی۔

فریدی نے اس سے اس کا نام پوچھا۔ ملازمت کی مدت معلوم کی اور پھر پروفیسر نجمی کے متعلق سوال کر بیٹھا۔

''وہ تو دو ماہ سے یہاں نہیں ہیں جناب۔''

''کہاں ہیں۔''

''ہمیں پتہ نہیں..... مس صاحب کو معلوم ہوگا۔''

''کون مس صاحب۔''

''وہی جن کی لاش......!'' نوکر کی آواز بھرا گئی۔

''یہ سیکریٹری یہاں رات رہتی تھی۔''

''جی ہاں جناب! صاحب کی موجودگی میں سب کچھ مس صاحبہ کی نگرانی میں رہتا تھا۔''

''پچھلی رات تم کس وقت یہاں سے گئے تھے۔''

''نو بجے۔''

''اس وقت سیکریٹری کیا کر رہی تھی۔''

''پیانو بجا رہی تھیں۔''

''اور کون تھا اس کے ساتھ۔''

''کوئی بھی نہیں......وہ تنہا تھیں۔''

''اس کے مرد دوست بھی یہاں آتے رہے ہوں گے۔''

''میں نے آج تک کسی کو بھی نہیں دیکھا'' نوکر نے جواب دیا۔''وہ خود بھی بہت کم باہر جاتی تھیں۔''

''تم میں سے کس کو زیادہ پسند کرتی تھی۔''

''ج......جی......!'' نوکر ہکلا کر رہ گیا۔ وہ فریدی کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

''مطلب یہ کہ وہ کس پر سب سے زیادہ اعتماد کرتی تھی۔''

نوکر کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔''یہ بتانا بہت دشوار ہے۔''

''پروفیسر نجمی کس ملازم پر سب سے زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔''

''ارشاد پر جناب۔''

''کیا وہ یہاں موجود ہے۔''

''جی ہاں!''

''ارشاد کو بلاؤ۔'' فریدی نے حمید سے کہا اور نوکر سے بولا۔''تم جا سکتے ہو۔''

کچھ دیر بعد ارشاد وہاں موجود تھا۔

فریدی نے سب سے پہلے پروفیسر نجمی ہی کے متعلق سوال کیا لیکن اس نے بھی وہی جواب دیا جو اسے اس سے پہلے بھی مل چکا تھا۔ یعنی تقریباً دو ماہ سے پروفیسر غائب تھا۔

''مجھے حیرت ہے کہ تم بھی پروفیسر کے متعلق واضح طور پر کچھ نہیں بتا سکتے۔ جبکہ تمہارے بارے میں سنا جاتا ہے کہ تم پروفیسر کے نجی معاملات میں بھی دخیل ہو۔''

''یہ درست ہے جناب مگر انہوں نے مجھ سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ وہ کہاں جارہے ہیں۔''

''روانگی کے وقت تم موجود تھے۔''

''نہیں جناب! وہ رات کو کسی وقت گئے تھے دوسرے دن مجھے مس صاحب سے معلوم ہوا تھا کہ صاحب کہیں باہر گئے ہیں، لیکن شاید مس صاحبہ کو بھی یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔''

''پچھلی رات تم کس وقت یہاں سے گئے تھے۔''

''میں سب کے بعد گیا تھا۔ وقت شاید...... شاید دس بج رہے ہوں گے۔''

''اچھا تو وہ تمہارے سامنے ہی گیا تھا۔''

''کون جناب۔'' نوکر نے حیرت سے پوچھا۔

''سیکریٹری کا دوست......؟''

''نہیں جناب! میری موجودگی میں تو کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ مس صاحب تنہا تھیں۔''

''اچھی طرح یاد کرو۔''

''اچھی طرح یاد ہے جناب۔ میرا خیال ہے کہ کوئی ان کا دوست نہیں تھا یا پھر میں ہی کسی ایسے آدمی سے واقف نہ ہوں گا جسے ان کا دوست کہہ سکوں۔''

''کیا وہ یہاں رات کو تنہا رہتی تھی۔''

''جی ہاں!''

''اب میں جو کچھ پوچھنے جارہا ہوں اس کا جواب سوچ سمجھ کر دینا۔'' فریدی نے اس کی

آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا وہ صرف سیکریٹری تھی۔''

نوکر نے جواب میں کچھ کہنا چاہا مگر پھر ہونٹ بند کر لئے اور فریدی بولا۔ ''ہاں اچھی طرح سوچ لو۔''

مگر وہ صرف سوچتا ہی رہا۔ زبان نہیں کھولی۔

''کتنی دیر تک سوچو گے۔'' حمید نے اکتا کر کہا۔

''میں اس سوال کا کیا جواب دوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا...... حضور۔''

''کیا وہ صرف سیکریٹری تھی۔'' فریدی نے پھر سوال کیا۔

''اس کا جواب صاحب ہی دے سکیں گے۔''

''پولیس تمہیں جواب کے لئے مجبور بھی کر سکتی ہے۔''

''جی نہیں...... وہ صرف سیکریٹری نہیں تھیں۔''

''تمہیں اچھی طرح علم ہے۔''

''جی ہاں۔''

''کیا پروفیسر کی روانگی سے قبل دونوں میں جھگڑا ہوا تھا۔''

''مجھے علم نہیں ہے جناب...... ویسے صاحب جھگڑالو آدمی نہیں ہیں اور نہ میں نے مس صاحب ہی کو غصے میں دیکھا ہے۔''

''پروفیسر کہاں ہے...... تم یہ بھی جانتے ہو؟''

''نہیں حضور مجھے علم نہیں ہے۔ ممکن ہے صاحب کے وکیل کو علم ہو۔''

''وکیل...... وکیل کون ہے۔''

''تنویر صمدانی۔''

''پتہ......!''

''اٹھارہ گرین اسکوائر......!''

حمید نے نوٹ بک میں پتہ نوٹ کرلیا۔

فریدی نے کرسی کی پشت سے ٹک کر سگار سلگایا اور نوکر کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ''تم جاسکتے ہو۔''

پھر فریدی نے فرداً فرداً دوسرے نوکروں سے بھی سوالات کئے لیکن ان سے بھی کوئی نئی بات نہ معلوم ہوسکی۔ وہ چند لمحے سگار کے کش لیتا رہا پھر حمید سے بولا۔ ''اگر یہاں ٹیلی فون ڈائریکٹری مل سکے تو تنویر صمدانی کے نمبر تلاش کرو۔''

حمید کمرے سے نکل آیا۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری اُسے جلد ہی مل گئی لیکن تنویر صمدانی کے نمبر تلاش کرنے میں ضرور دشواری پیش آئی کیونکہ نمبر تنویر صمدانی کے نام سے نہیں تھے بلکہ فرم کے تھے، بہرحال وہ آدھے گھنٹے کی مسلسل جدوجہد کے بعد اس میں کامیاب ہوسکا۔ اس نے فریدی کو اطلاع دی اور فریدی پھر لاش والے کمرے میں واپس آگیا کیونکہ فون یہیں تھا۔ لاش اٹھوائی جاچکی تھی لیکن فرش پر خون کے دھبے اب بھی باقی تھے۔ اس نے تنویر صمدانی کے نمبر ڈائیل کئے۔ کال خود اسی نے ریسیو کی۔ فریدی نے پوچھا۔ ''آپ پروفیسر نجمی کے قانونی مشیر ہیں۔''

''جی ہاں...... آپ کون صاحب ہیں۔''

''میں محکمہ سراغ رسانی کا ایک آفیسر کرنل فریدی ہوں۔''

''اوہ...... کرنل صاحب...... فرمایئے...... فرمایئے۔''

''میں پروفیسر نجمی کی قیامگاہ سے بول رہا ہوں۔ یہاں اسکی سیکریٹری کی لاش پائی گئی ہے۔''

''نہیں......!'' تنویر متحیرانہ انداز میں چیخا۔ ''سیکریٹری کی لاش۔''

''آپ فوراً یہاں تشریف لایئے۔'' فریدی نے کہا اور سلسلہ منقطع کردیا۔

وہ پھر تجسس آمیز نظریں چاروں طرف ڈال رہا تھا۔ دفعتاً اس کی نظر کاغذ کے ایک ٹکڑے پر پڑی جس کا ایک گوشہ فون کے نیچے دبا ہوا تھا۔ شاید دوسرے اس کاغذ کے ٹکڑے کو نظر انداز کردیتے کیونکہ اس پر کچھ نمبر درج تھے۔ ممکن ہے فون کے ہی نمبر رہے ہوں۔ لیکن فریدی انہیں ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے وہ انہیں دیکھ کر کسی الجھن میں پڑ گیا ہو۔

بالآخر اس نے پھر ریسیور اٹھالیا اور انکوائری کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً

ہی جواب ملا۔ فریدی نے بتایا کہ وہ کون ہے۔ پھر اس نے کاغذ پر لکھے ہوئے نمبر دہراتے ہوئے کہا۔ ''مجھے ان نمبروں کے نمبر اور پتے درکار ہیں۔''

''آپ کس نمبر کے فون سے گفتگو کر رہے ہیں۔'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

فریدی نے نیچے جھک کر پروفیسر کے نجمی کے نمبر دیکھے اور آپریٹر کو بتاتا ہوا بولا۔ ''اسی نمبر پر مجھے آگاہ کیا جائے۔''

''پندرہ منٹ ضرور صرف ہوں گے جناب۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''کوئی بات نہیں۔'' فریدی نے کہا اور ریسیور کریڈل میں رکھ دیا۔

''خدا کے لئے اُسے خودکشی ہی رہنے دیجئے۔'' حمید بڑبڑایا۔

''کیوں......؟''

''اتنی خوبصورت لڑکی کو کوئی قتل نہیں کرسکتا۔''

فریدی کوئی جواب دینے کی بجائے صرف بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

پندرہ منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ریسیور کان سے لگاتے ہوئے کاغذ اور پنسل سنبھال لیا۔ اس نے بڑی تیزی سے پانچ نام اور پتے نوٹ کئے۔

موجد کی کہانی

ایک نوکر نے تنویر صمدانی کی آمد کا اعلان کیا۔ وہ ایک دراز قد اور دُبلا پتلا آدمی تھا۔ چہرہ داڑھی مونچھوں سے بے نیاز اور سرانڈے کے چھلکے کی طرح شفاف تھا۔ صرف نچلے حصے کے نشیب میں تھوڑے سے بال تھے۔ جنہیں بڑی احتیاط سے گدی پر جمالیا گیا تھا۔

''غالبًا ہم پہلے بھی کہیں مل چکے ہیں۔'' فریدی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''یقیناً...... یقیناً......!'' وہ اس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ ''لیکن یہ واقعہ...... ڈوروتھی کی لاش...... میرے خدا...... یقین نہیں آتا...... لاش کہاں ہے۔''

''ہٹوا دی گئی ہے۔'' فریدی نے جواب دیا۔

''قتل......!'' وہ فریدی کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔

''یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔'' فریدی نے جواب دیا۔ ''لیکن یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ موت کے اسباب قدرتی ہوں گے کیونکہ اس کی کنپٹی میں ایک سوراخ ہے اور فرش پر خون...... پاس ہی ایک ریوالور پڑا ہوا ملا ہے۔''

''مگر اُسے کس نے قتل کیا۔'' تنویر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''وہ بڑی نیک لڑکی تھی کرنل صاحب، خاموش اور سنجیدہ۔ ایسی نہیں تھی کہ اسکے قتل کا محرک کسی کا انتقامی جذبہ قرار دیا جاسکے۔''

''ہوسکتا ہے۔ اس نے خودکشی کی ہو۔'' فریدی بولا۔ ''مگر ٹھہریئے! میں فی الحال اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ مجھے تو دراصل پروفیسر نجمی کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔''

''اوہ......!'' دفعتاً تنویر کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آنے لگے پھر اس نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر پوچھا۔ ''کس قسم کی معلومات......!''

''وہ کہاں ہے! مجھے اس کا موجودہ پتہ چاہئے۔''

''اوہ...... پتہ...... دیکھئے...... میرے خدا مجھے کیا کرنا چاہئے۔'' تنویر اسی طرح بڑبڑایا جیسے خود سے مخاطب ہو۔

''ہاں...... یہ بہت ضروری ہے۔ اگر آپ کو اس کا موجودہ پتہ معلوم ہو تو براہِ کرم قانون کی مدد فرمایئے۔''

''میں بڑی الجھن میں پڑ گیا ہوں۔'' تنویر نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ وہ بُری طرح نروس نظر آنے لگا تھا۔

''کیوں آپ کیوں الجھن میں پڑ گئے۔'' فریدی اسے گھورنے لگا۔

''دیکھئے.... آپ جانتے ہیں کہ بزنس کا معاملہ کتنا نازک ہوتا ہے۔''

''میں صرف قانون جانتا ہوں۔ بزنس کے نازک مسائل سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

''پانچ منٹ......!'' تنویر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''مجھے صرف پانچ منٹ دیجئے سوچنے کے لئے۔''

''آپ دس منٹ تک سوچئے لیکن میں آپ کے صرف اسی فیصلے کی قدر کرسکوں گا کہ آپ ہر حال میں قانون کی مدد کریں گے۔''

''میں قانون اور اس کی اہمیت سے واقف ہوں۔'' اس کے لہجے میں بھی تلخی کی ہلکی جھلک پائی گئی۔

حمید نے بُرا سا منہ بنایا اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فریدی نے اشارے سے اسے روک دیا۔

تنویر نے کچھ دیر بعد سر اٹھایا اور آہستہ سے بولا۔ ''واقعی مجھے بتا دینا چاہئے۔ جب حالات ایسے ہوں تو......!'' وہ پھر کچھ سوچنے لگا۔

حمید کو پھر اس پر غصہ آ گیا۔ اسے اس کی یہ حرکت کھل رہی تھی کہ وہ خواہ مخواہ اس گفتگو کو طول دینے کی کوشش کر رہا ہے۔

''آپ وقت برباد کر رہے ہیں۔'' اس نے کہا۔

''ٹھہریئے جناب!'' تنویر آہستہ سے بولا۔ ''میں جس پوزیشن میں ہوں وہ......!''

وہ پھر خاموش ہوگیا۔ فریدی اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر نہ تو جھلاہٹ کے آثار تھے اور نہ الجھن کے۔ اس نے حمید کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی زبان بالکل بند رکھے۔

وہ تھوڑی دیر سر جھکائے کھڑا رہا پھر فریدی کی طرف دیکھ کر ایک طویل سانس لی اور بولا۔ ''نجمی صاحب کی ہدایت تھی کہ ان کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتاؤں۔ وہ کچھ دن گھر سے باہر رہنا چاہتے ہیں...... کیوں؟ یہ میں بتاؤں یا نہ بتاؤں۔''

''وہ ہے کہاں؟'' فریدی نے پوچھا۔

''دیکھئے ٹھہریئے میں بتاتا ہوں۔'' تنویر اس انداز میں دیکھنے لگا جیسے بیٹھنے کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کر رہا ہو...... یہ واردات ہی والا کمرہ تھا۔

''آیئے میرے ساتھ۔'' فریدی نے کہا۔ ''آپ بہت زیادہ تھکے ہوئے نظر آتے ہیں۔''

''جی ہاں...... میں کئی دنوں سے علیل ہوں۔''

وہ اسی کمرے میں آئے جہاں فریدی نے نجمی کی بیوی وغیرہ سے گفتگو کی تھی۔

تنویر بیٹھ گیا۔ حمید پاؤچ سے تمباکو نکال کر پائپ میں بھرنے لگا۔

تنویر نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''ان کے خطوط روپ نگر سے آتے ہیں جنکے جواب میں روپ نگر کے پوسٹ ماسٹر کے توسط سے بھجواتا ہوں۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ انکا قیام کہاں ہے۔''

''اتنی راز داری۔'' فریدی نے حیرت سے کہا۔ ''پھر خط و کتابت ہی کرنیکی کیا ضرورت ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ وہ مجبوراً خط و کتابت کرتے ہیں ورنہ شاید مجھے بھی اطلاع نہ ہوتی کہ انہوں نے کس لئے روپوشی اختیار کی ہے۔''

''مجبوری کیسی......!''

''وہ اپنے ساتھ زیادہ رقم نہیں رکھ سکتے لہٰذا ان کے چیک میرے پاس آتے ہیں اور میں انہیں کیش کرا کے رقم روپ نگر کے پوسٹ ماسٹر کے توسط سے انہیں بھیج دیتا ہوں۔''

''اوہ...... مگر انہوں نے روپوشی کیوں اختیار کی ہے۔''

''یہی تو ایک مصیبت ہے۔'' تنویر ایک لمبی سانس لے کر بولا۔ ''ان کی ہدایت ہے کہ اس کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتاؤں۔''

''خدارا اسے اپنی ہی حد تک رکھئے گا'' اس نے حمید کیطرف دیکھتے ہوئے فریدی سے کہا۔

''آپ بہت دیر کررہے ہیں۔'' فریدی بولا۔

''آپ جانتے ہی ہوں گے کہ نجمی صاحب موجد ہیں۔ اب تک انہوں نے بہتیری چھوٹی چھوٹی ایجادات کی ہیں۔ آج کل بھی وہ ایک نئی ایجاد...... کی فکر میں ہیں لیکن......!''

''خدا کے لئے مجھے ''لیکنوں'' کی تعداد پہلے سے نوٹ کرا دیجئے۔'' حمید بول پڑا۔

فریدی نے اُسے گھور کر دیکھا۔

''میں مجبور ہوں۔ اس سلسلے میں میری زبان نہیں کھلتی۔'' تنویر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

''براہِ کرم گفتگو کو مختصر کیجئے۔'' اس بار فریدی نے بھی سخت لہجہ اختیار کیا۔

''آپ نے کیپٹن برجیس قدر کا نام سنا ہوگا۔'' تنویر اس کے لہجے سے متاثر ہوئے بغیر بولا۔ ''میں مجبوراً آپ کو سب کچھ بتا رہا ہوں۔ ورنہ یہ میرے ایک مؤکل کا راز ہے۔ میری جگہ اگر آپ ہوتے تو آپ کا بھی یہی رویہ ہوتا۔ ہاں تو یہ برجیس بھی بہترین چھوٹی موٹی چیزوں کا موجد ہے۔ آج سے پانچ سال پہلے پروفیسر نجمی اور کیپٹن برجیس قدر مشترکہ طور پر کام کرتے تھے۔ لیکن ایک بار برجیس قدر نے بے ایمانی کی اس نے پروفیسر کی ایجاد چوری سے اپنے نام پیٹنٹ کرالی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طویل جھگڑے کے بعد دونوں میں علیحدگی ہوگئی۔ لیکن برجیس قدر نے پروفیسر کا پیچھا نہ چھوڑا۔ ایک بار وہ تنہا ایک مشین کے سلسلے میں کچھ نئے تجربات کر رہے تھے۔ مشین کا ڈھانچہ مکمل ہو چکا تھا۔ لیکن ایک رات پروفیسر کی وہ مشین چرالی گئی اور پھر کچھ ہی دن بعد تھوڑی سی تبدیلیوں کے ساتھ اسے برجیس قدر کے نام سے پیٹنٹ ہوتے سنا گیا اور پھر جلد ہی وہ بازار میں فروخت کے لئے بھی آ گئی۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ایسا مظلوم ایسے اوقات میں روپوشی کے علاوہ اور کس چیز کا سہارا لے گا۔''

''پروفیسر نے اس کے خلاف قانونی کارروائی کیوں نہیں کی۔'' حمید نے کہا۔

''قانونی کارروائی کیونکر ممکن تھی جب کہ...... ہاں سنئے۔ پروفیسر نے چوری کی رپورٹ درج کرادی تھی۔ انہوں نے اپنی مشین کے متعلق جو تفصیل دی تھی اس کے اعتبار سے ان کا دعویٰ ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ برجیس قدر کی مشین کچھ تبدیلیوں کے ساتھ آئی تھی۔ ڈھانچے کی شکل تو بالکل ہی بدل گئی تھی۔''

''فریدی چند لمحے وکیل کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''مسٹر صمدانی...... کیا پروفیسر کی بیوی کا گزارا آپ ہی کی وساطت سے ادا کیا جا رہا ہے۔''

''جی ہاں...... قطعی......!''

''کیا وہ اس دوران میں آپ سے ملتی تھی۔''

''نہیں شاید پچھلے سال ان سے ملاقات ہوئی تھی۔''

''آپ کو یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ لاش کی اطلاع بھی مسز نجمی ہی نے پولیس کو دی تھی۔''

''کیا......!'' صمدانی یک بیک کھڑا ہوگیا۔ ان کا منہ کھل گیا تھا۔ ''کک......کچھ......!''

''تشریف رکھئے۔'' فریدی نے کہا۔ ''آپ کو ان کی موجودگی پر اتنی حیرت کیوں ہے۔''

صمدانی ہکلاتا ہوا بیٹھ گیا۔ پھر دھیرے سے بولا۔

''حیرت!'' وکیل بُری طرح نروس نظر آنے لگا تھا۔ ''حیرت......دراصل اس بات پر ہے کہ انہوں نے لاش کی اطلاع کیسے دی......کک......کیا......وہ یہاں اس گھر میں آئی تھیں۔''

''ہاں اس کا بیان ہے کہ وہ پچھلی رات کو یہاں آئی۔ رات بھر ہوٹل ڈی فرانس میں قیام رہا پھر صبح وہ اس گھر میں آئی۔ وہ نجمی سے ملنے آئی تھی۔''

''اوہ......اچھا......!'' وکیل کے چہرے پر تشویش کے آثار صاف نظر آرہے تھے۔ وہ ٹھہر کر بولا۔ ''وہ......میرا مطلب یہ ہے کہ میری موجودگی میں دونوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ایک دوسرے سے دور رہیں گے۔ اسکے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا، جو کچھ معلوم تھا وہ بتا چکا ہوں۔''

''خیر......میں آپ کو مجبور نہیں کرتا لیکن براہِ کرم پروفیسر نجمی کو بذریعہ تار مطلع کیجئے کہ یہاں ان کی موجودگی ضروری ہے۔ اشد ضروری۔''

''میں مطلع کردوں گا۔''

صمدانی اٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی فریدی اور حمید بھی اٹھے۔ انہیں باہر جانے کے لئے اس کمرے کے سامنے سے گزرنا پڑا جس میں واردات ہوئی تھی۔

''ایک منٹ اور مسٹر صمدانی۔'' فریدی نے اُسے کمرے کے دروازے کے سامنے روکتے ہوئے کہا۔ ''کیا اس لڑکی کی خودکشی کی بھی کوئی وجہ ہوسکتی ہے۔''

وکیل چونک کر رک گیا۔

''خودکشی۔'' وہ آہستہ سے بولا۔ ''اگر ہو بھی تو مجھے کیا علم ہوسکتا ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ آپ اس لڑکی کو قریب سے جانتے تھے۔''

''اسی حد تک کہ میں نجمی صاحب کا قانونی مشیر ہوں اور وہ نجمی صاحب کی سیکریٹری تھی۔''

''آپ اس کے کسی دوست سے بھی واقف ہیں۔''

''نہیں! میرا خیال ہے کہ وہ کوئی دوست نہیں رکھتی تھی۔ نجمی صاحب......!''

''آپ جملہ پورا نہیں کرتے، مجھے بڑی شکایت ہے۔'' حمید پھر بول پڑا۔

''جی کچھ نہیں...... کچھ بھی نہیں، دراصل اس حادثے نے مجھے حواس باختہ کر دیا ہے۔''

''نہ صرف حادثے نے بلکہ کچھ انہونی باتوں نے بھی۔'' فریدی اسکی طرف دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''میں نہیں سمجھا۔''

''یہی کہ مسز نجمی صبح یہاں آئی تھی اور اس نے لاش کے بارے میں پولیس کو مطلع کیا تھا۔''

''ج...... جی ہاں۔''

''پھر آپ......!'' فریدی کہتے کہتے رک گیا۔ وہ صمدانی کو گھور رہا تھا۔

صمدانی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''یہاں مجھے مسز تنویر کی موجودگی الجھن میں ڈال رہی ہے۔''

''کیوں......؟ اوہ...... آپ نقاہت محسوس کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم بیٹھ کر گفتگو کریں۔'' فریدی نے کہا اور پھر اسی کمرے کی طرف مڑ گیا جہاں سے کچھ دیر قبل اٹھا تھا۔

وہ پھر وہیں آ بیٹھے۔ تنویر صمدانی کچھ توقف کے ساتھ بولا۔ ''وہ ایک انتہائی غصہ ور عورت ہے۔ غصے کی حالت میں وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتی ہے۔ ایک بار اس نے غصے ہی کی حالت میں پروفیسر نجمی پر گوشت کاٹنے کی چھری پھینک ماری تھی اور پروفیسر بال بال بچے تھے۔''

''شکریہ۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''اب آپ کام کی باتیں کر رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ مگر میرا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ سیکریٹری کی قاتل وہی ہیں۔''

''ضروری نہیں ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''پروفیسر خود بھی اس سے بہت زیادہ خائف رہتے تھے۔ وہ بہت چالاک عورت ہے۔ قانونی طور پر علیحدگی کیلئے تیار نہیں ہوتی اور برابر چیختی رہتی ہے کہ گذارے کی رقم میں اضافہ کیا جائے۔''

''ویسے پروفیسر تو اس بات کا خواہش مند ہوگا کہ وہ اس کے ساتھ رہے۔''

''ہرگز نہیں ...... مسز نجمی ایک بیماری ہے۔کون پسند کریگا کہ کوئی بیماری اس سے چمٹی رہے۔''

''ایک منٹ......!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔''کیا مسز نجمی کو سیکریٹری پر بھی غصہ آ سکتا ہے۔''

''کیوں نہیں۔ یقیناً آ سکتا ہے۔اس کا کہنا ہے کہ پروفیسر محض خوبصورت سیکریٹریوں کی وجہ سے اس میں دلچسپی نہیں لیتے اور وہ کئی بار کھلے ہوئے الفاظ میں پروفیسر پر آوارگی اور بدچلنی کا الزام لگا چکی ہے۔''

''آپ کی دانست میں پروفیسر کیسے کیریکٹر کا آدمی ہے۔''

''جیسے دنیا کے سب آدمی ہوتے ہیں۔ دنیا کے ہر آدمی کی رال خوبصورت عورتوں کے لئے ٹپکتی رہتی ہے۔''

''تب پھر میں دنیا ہی میں نہ ہوں گا۔'' حمید اپنی نبض ٹٹولتا ہوا بولا۔

''یہ ایک عام بات ہے کیپٹن۔ ویسے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ دنیا میں ایسے آدمی نہ ہوں جنہیں عورت سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔''

''چلئے ٹھیک ہے...... ہاں تو پھر۔'' فریدی نے کہا۔

''پروفیسر کو بھی خوبصورت عورتوں سے دلچسپی ہے۔ مجھے اس کا علم ہے لیکن سیکریٹری سے کیسے تعلقات تھے اس کا علم مجھے نہیں ہے۔''

''بہرحال مسز نجمی سیکریٹریوں کو ہمیشہ بُری نظروں سے دیکھتی رہی ہے اور یہ بھی کہتی رہی ہے کہ آخر وہ مرد سیکریٹری کیوں نہیں رکھتے۔''

''سیکریٹری اس گھر کی مختار کل تھی؟'' فریدی نے پوچھا۔

''جی ہاں......وہ اسی پر سارا گھر چھوڑ گئے تھے۔''

''عدم موجودگی کی بات نہیں کررہا ہوں۔ کیا پروفیسر کی موجودگی میں بھی اسے گھریلو معاملات میں دخل رہتا تھا۔''

''اس کے متعلق تو ملازمین ہی بہتر بتا سکیں گے۔''

فریدی نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ اسکی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں اور حمید اکتایا اکتایا سا نظر آ رہا تھا۔ دفعتاً تنویر صدانی خود ہی بولا۔ ”میں نے مسز نجمی کے متعلق جو کچھ بتایا ہے اسمیں ذرا برابر بھی مبالغہ نہیں ہے۔ غصے کی حالت میں اس سے دیوانوں کی سی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں۔“

”ہوں.....!“ فریدی بہت غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”اچھا مسٹر صدانی آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے حتیٰ الامکان میری مدد کی ہے اور مجھے توقع ہے کہ آپ آئندہ بھی میرا ہاتھ بٹائیں گے۔ براہِ کرم پروفیسر کو جلد از جلد حالات سے مطلع کر کے یہاں بلوائیے۔“

”میں آج ہی انہیں تار دوں گا۔“ تنویر نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی اور حمید واپس ہو رہے تھے۔ تنویر جا چکا تھا۔ کار کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ البتہ حمید ہزاروں میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جرائم اور مجرموں کو گالیاں دے رہا تھا۔

فریدی خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اسکی بکواس سن ہی نہ رہا ہو۔

پھر حمید خود بخود ہی آزاد ہو گیا۔ فریدی نے سول ہسپتال کے قریب کار روکی اور یہ کہتا ہوا اتر گیا۔ ”تم گھر جاؤ...... میں ابھی آ رہا ہوں۔“

لیکن حمید نے سوچا کہ وہ گھر کیوں جائے۔ ہوٹل ڈی فرانس کیوں نہ جائے۔ جہاں پروفیسر نجمی کی بیوی اپنی لڑکی کے ساتھ مقیم تھی۔ اگر وہ تنہا مقیم ہوتی تو حمید اُسے معاف کر دیتا۔ مگر ایسی صورت میں جبکہ وہ ایک خوبصورت لڑکی کی ماں تھی۔ حمید اس پر قاتلہ ہونے کا شبہ کر کے اس کی لڑکی کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا سکتا تھا۔

اس نے کار اسٹارٹ کی اور گھر جانے کی بجائے ہوٹل ڈی فرانس پہنچ گیا۔ آدمی قضا و قدر کے ہاتھوں مجبور ہے۔ اگر تقدیر گھر پہنچانے کی بجائے کسی خوبصورت لڑکی کی طرف دھکیل دے تو وہ کیا کر سکتا ہے۔

مسز نجمی شاید اسے دور ہی سے پہچان گئی تھی۔ کیونکہ اسے دیکھتے ہی اس کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں۔ وہ دونوں ماں بیٹی حمید کو ڈائننگ ہال میں دوپہر کے کھانے کی میز پر نظر آئیں۔ حمید

ایک خالی میز پر بیٹھ کر کھانا ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ ان سے زیادہ دور نہیں تھا۔

دفعتاً مسز نجمی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''یہیں آ جایئے نا۔''

حمید اٹھا اور شکریہ ادا کر کے اس کی میز پر جم گیا۔

''کیا آپ لنچ کر چکے ہیں۔'' مسز نجمی نے پوچھا۔

''جی ہاں شکریہ۔'' حمید نے کنکھیوں سے اس کی لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، جو اب لنچ میں دلچسپی نہیں لے رہی تھی۔

''دیکھئے مسٹر......!'' اچانک مسز نجمی نے آگے جھک کر غیر متوقع طور پر کہا۔ آپ لوگ خواہ مخواہ اپنا اور دوسروں کا وقت برباد کر رہے ہیں۔''

''کیوں......؟''

''مجھ پر قتل کا شبہ کر کے ثبوت کے لئے جھک مارنا وقت کی بربادی ہی ہے جبکہ تین بجے خود پروفیسر ہی گھر میں موجود تھا۔''

''کیا مطلب......؟''

''میرے پاس اس کے لئے کافی ثبوت ہے کہ پروفیسر نجمی تین بجے گھر آیا تھا۔''

حمید متحیرانہ انداز میں اسکی طرف دیکھنے لگا۔ اب وہ اسکی لڑکی میں دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔

قتل یا خودکشی

''ممی......پلیز......!'' اس کی لڑکی بڑبڑائی لیکن مسز نجمی اس کی طرف دھیان دیئے بغیر کہتی رہی۔ ''مکان کی پشت پر ایک دیسی عیسائی عورت رہتی ہے اس نے پروفیسر کو پچھلی رات عقبی دروازے سے عمارت میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔''

''کیا وہ تین بجے پروفیسر کا انتظار کر رہی تھی۔'' حمید نے کہا۔

''میں نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''مطلب یہ کہ وہ تین بجے رات کو کیا کر رہی تھی کہ پروفیسر اسے اس طرح نظر آیا۔''

''یہ آپ اسی سے پوچھئے گا۔'' مسز نجمی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ''اس کا نام مسز لاڈیل ہے۔ ہمارے مکان کی پشت پر اس کا چھوٹا سا مکان ہے۔''

''خیر ہم اسے بھی چیک کریں گے۔'' حمید نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مسز نجمی سر جھکائے کھاتی رہی۔ دفعتاً لڑکی نے حمید کو کچھ اشارہ کیا لیکن حمید نہیں سمجھ سکا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ اس نے دوبارہ استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور اس بار اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ کچھ کہنے کے لئے اسے وہاں روکنا چاہتی ہے۔ حمید پھر مسز نجمی کی طرف دیکھنے لگا، جواب بھی اُسی طرح سر جھکائے کھا رہی تھی۔

''اس اطلاع پر میں آپ کا مشکور ہوں مسز نجمی..... میں دیکھ لوں گا کہ آپ کا بیان کہاں تک صحیح ہے۔''

''مسز لاڈیل سے ضرور ملئے۔''

''اوہ..... ہاں ایک بات اور..... پروفیسر کا قانونی مشیر صمدانی کیسا آدمی ہے۔'' حمید اٹھتے اٹھتے رک گیا۔

''میں سوال کا مطلب نہیں سمجھی۔''

''مطلب یہ کہ کیا وہ قابل اعتماد آدمی ہے۔''

''اوہ.....تو کیا وہ آپ لوگوں کو میرے خلاف بہکانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔''

''نہیں! ابھی تک ہم اس سے ملے بھی نہیں۔'' حمید نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔

''ہوسکتا ہے کہ وہ میرے خلاف زہر اُگلنے کی کوشش کرے کیونکہ وہ صرف مشیر قانونی ہی نہیں بلکہ پروفیسر کا دوست بھی ہے۔ وہ ہمیشہ یہی کوشش کرتا رہا ہے کہ ہم دونوں میں قانونی طور پر علیحدگی ہو جائے۔''

''اچھی بات ہے۔ میں اسے بھی دیکھ لوں گا۔'' حمید نے کہا اور اٹھ گیا..... بظاہر وہ ان

کی دانست میں ہوٹل سے چلا جانا چاہتا تھا۔ وہ باہر نکل کر دوسری طرف سے ہوٹل کی اوپر والی منزل پر چلا گیا۔ اوپر کی گیلری میں بھی کچھ کیبن تھے جن میں سے کسی ایک میں بیٹھ کر وہ ان دونوں پر بخوبی نظر رکھ سکتا تھا۔

لنچ ختم کر کے لڑکی اٹھ گئی۔ لیکن مسز نجمی بدستور بیٹھی رہی۔ حمید سوچنے لگا کہ وہ وہیں بیٹھے یا لڑکی کے پیچھے جائے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے وہیں بیٹھنا چاہئے۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد اُس نے لڑکی کو واپس آتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ہینڈ بیگ تھا۔

وہ میز کے قریب آئی۔ مسز نجمی اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔ پھر اس نے اس کے ہاتھ سے بیگ لے لیا۔ شاید وہ تنہا کہیں جانے کے لئے تیار تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اٹھی اور ڈائننگ ہال سے باہر نکل گئی۔ لڑکی وہیں کھڑی چاروں طرف دیکھتی رہی۔ پھر حمید نے کیبن کے پردے سے سر نکال کر اسے وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کیا۔

نیچے آ کر اس نے کہا۔ ''فرمایئے...... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''میرے ساتھ آیئے۔'' وہ تیزی سے ایک طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ حمید اس کے ساتھ چلنے لگا وہ اسے اس کمرے میں لائی جہاں ان کا قیام تھا۔

''میں نے آپ کو...... اس لئے...... روکا تھا۔'' وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی اور خاموش ہوگئی۔ حمید خاموش رہا۔ لڑکی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''ممی بہت غصہ ور ہیں۔ غصے کی حالت میں ان کی عقل سلب ہو جاتی ہے۔ وہ نہیں سمجھتیں کہ وہ کیا کر رہی ہیں یا کیا کہہ رہی ہیں۔ پاپا سے ان کی لڑائی ہے اور وہ ہمیشہ ان پر خار کھاتی رہی ہیں اسلئے ابھی انہوں نے جو کچھ بھی کہا ہے آپ اس پر یقین نہ کیجئے گا۔''

''آپ کو پاپا سے ہمدردی ہے۔''

''کیوں نہ ہو! کیا دنیا کے کسی آدمی کو اپنے باپ سے ہمدردی نہیں ہو سکتی۔''

''پھر آپ ان سے علیحدہ کیوں ہوگئی ہیں۔''

''میں علیحدہ نہیں ہوئی اس کی تمام تر ذمہ داری ممی پر ہے۔ میں ان سے بہت ڈرتی ہوں اس لئے مجھے وہی کرنا پڑتا ہے جو وہ کہتی ہیں۔ انہوں نے علیحدگی اختیار کی اور مجھے بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لے گئیں۔''

''تو انہوں نے مسز لاڈیل کی جو کہانی سنائی ہے اسے میں غلط سمجھوں۔''

''ممکن ہے مسز لاڈیل کو دھوکہ ہوا ہو۔ وہ کوئی اور ہو جسے وہ پاپا سمجھ بیٹھی ہو۔''

''کیا مسز لاڈیل آپ کی ممی کی گہری دوست ہے۔''

''مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ ویسے میں اتنا جانتی ہوں کہ ممی دیسی عورتوں سے بہت نفرت کرتی ہے۔ مسز لاڈیل دیسی ہی عورت ہے۔ لہٰذا میری دانست میں اس سے دوستی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''شکریہ۔'' حمید نے مسکرا کر کہا۔ ''آپ بہت ذہین معلوم ہوتی ہیں۔''

''کیوں......؟''

''یہ آپ کا انداز گفتگو کہتا ہے ہم لوگوں کو اپنے سوالات کے اتنے واضح جواب نہیں ملتے۔ دیکھئے سوالات کو سمجھنا اور مناسب جواب دینا بھی بڑا مشکل فن ہے۔ اسی لئے میں آپ کو بہت زیادہ ذہین سمجھنے پر مجبور ہوں۔ اس کے برخلاف آپ کی ممی......مگر ہاں وہ غصہ ور ہیں۔ جواب دیتے وقت انہیں غصہ آجاتا ہے اس لئے ان کے جوابات واضح نہیں ہوتے۔''

''جی ہاں......یہی بات ہے۔ انہیں بہت شدت سے غصہ آتا ہے۔''

''اب اس سے زیادہ شدت اور کیا ہوگی کہ ایک بار انہوں نے نجمی صاحب پر چھری کھینچ ماری تھی۔'' حمید نے کہا اور لڑکی دفعتاً زرد ہوگئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور اس نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر بدقت کہا۔ ''کسی نے آپ کو غلط اطلاع دی ہے۔''

''مگر یہ اطلاع ایک بہت ہی معتبر آدمی سے ملی تھی۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔

''یہ......یہ......آخر کس نے یہ بات کس سلسلے میں آپ کو بتائی تھی۔'' لڑکی نے کہا۔ اس کے چہرے کی زردی بدستور قائم تھی۔

''یونہی برسبیل تذکرہ...... کس نے بتائی تھی یہ میں نہ بتا سکوں گا۔''

لڑکی سوچنے لگی۔ پھر اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''نہیں یہ غلط ہے کسی نے آپ کو غلط راہ پر لگانے کی کوشش کی ہے۔ غالباً وہ اس قتل کو ممی کے سر منڈھنا چاہتا ہے۔''

''یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں۔''

''کیوں نہیں...... جب وہ غصے میں پاپا پر چھری پھینک سکتی ہے تو غصے کی ہی حالت میں سیکریٹری کو بھی قتل کر سکتی ہیں۔''

''آپ واقعی بے حد ذہین ہیں لیکن ہم ان لائنوں پر نہیں سوچ رہے ہیں آپ کی ممی تو پچھلی رات آپ کے ساتھ ہی رہی تھیں۔ صرف اس بناء پر انہیں قاتل تو نہیں قرار دیا جا سکتا کہ وہ غصہ ور ہیں۔ دنیا کے بہتیرے آدمی بہت زیادہ غصہ ور ہیں۔ لیکن وہ قتل تو نہیں کرتے پھرتے۔ میں اس وقت اتفاقاً اُدھر آنکلا تھا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس سلسلے میں آپ لوگوں سے گفتگو کی جائے۔''

لڑکی خاموش ہوگئی۔ اس وقت اسے لڑکی کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ لیکن وہ اندازہ نہیں لگا سکا وہ کس قسم کی لڑکی ہے۔

لڑکی نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''آخر پاپا اس طرح کسی کو اطلاع دیئے بغیر کہاں غائب ہوگئے ہیں۔''

''پتہ نہیں۔'' حمید بولا۔ پھر اس نے تھوڑے توقف سے کہا۔ ''آپ میرا فون نمبر نوٹ کر لیجئے ممکن ہے کبھی آپ مجھے کوئی نئی بات بتا سکیں۔''

لڑکی نے فون نمبر نوٹ کر لیا اور حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ''اب اجازت دیجئے۔''

لڑکی کے چہرے سے تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر حمید سے مصافحہ کیا لیکن دروازے تک چھوڑنے نہیں آئی۔ حمید نے اس کی آنکھوں میں الجھنیں دیکھی تھیں۔

ہوٹل سے نکل کر اس نے ایک دوا فروش کی دوکان سے فریدی کو فون کیا۔

سب سے پہلے اس نے سول ہسپتال ہی کے نمبر ڈائیل کئے۔ فریدی اب بھی وہیں تھا لیکن حمید کو کچھ دیر تک انتظار کرنا پڑا۔ پھر فریدی کی آواز سنائی دی۔

''آپ ابھی تک یہیں ہیں۔'' حمید نے کہا۔

''ہاں میں کوشش کر رہا ہوں کہ پوسٹ مارٹم جلد ہو جائے۔ کیوں کیا بات ہے۔''

''پچھلی رات پروفیسر تقریباً تین بجے اپنے مکان کی پشت پر دیکھا گیا ہے۔''

''یہ خبر کہاں سے لائے۔''

''پروفیسر کے مکان کی پشت پر کوئی مسز لاڈیل رہتی ہے اس نے دیکھا تھا۔''

''بھئی یہ اطلاع کس سے ملی ہے۔''

''پروفیسر کی بیوی سے، مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ ہوٹل ڈی فرانس میں مقیم ہے بس اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔''

''ہاں! اگر وہ تنہا ہوتی تو شاید اس قسم کا اتفاق کبھی نہ ہوتا۔'' فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''مسز لاڈیل کو میں چیک کروں۔''

''نہیں میں اسے چیک کرلوں گا۔ تم فنگر پرنٹ سیکشن کو دیکھو۔ مجھے بہت جلد رپورٹ چاہئے۔''

''اچھی بات ہے، لیکن اب آپ کو کہاں فون کیا جائے۔''

''تم ریکھا کو فون کر کے اس سے معلوم کرسکو گے، میں اسے اپنے متعلق اطلاع دیتا رہوں گا۔''

''یہ خدمت آپ نے کسی مرد کے سپرد کیوں نہیں کی۔''

لیکن فریدی نے اس کا جواب دیئے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔

حمید دوا فروش کی دوکان سے نکل کر آفس کی طرف روانہ ہوگیا۔ فریدی کا مقصد شاید یہ تھا کہ حمید فنگر پرنٹ سیکشن والوں کے سر پر سوار ہو کر جلد از جلد رپورٹ تیار کرائے۔

رپورٹ مل گئی لیکن ساتھ ہی حمید کی باچھیں بھی کھل گئیں کیونکہ یہ سو فیصدی خودکشی ہی کا کیس تھا۔ ریوالور کے دستے پر مرنے والی ہی کی انگلیوں کے نشانات تھے۔

اس نے فون پر ریکھا کے نمبر ڈائیل کئے۔

''ہیلو......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''اُف وہی آواز ہے...... بالکل وہی آواز ہے۔'' حمید نے آواز بدل کر کہا۔

''کون ہے۔'' ریکھا غرائی۔

''ڈنکی ٹیل......!'' حمید نے قہقہہ لگایا۔

''ایک شعر سن لو......تم اچھی خاصی اردو جانتی ہو۔''

ہزار جانِ گرامی فدا بہ ایں نسبت
کہ اپنی ذات سے میرا پتہ دیا تو نے

''بکواس مت کرو۔ کرنل صاحب تھری سیکس ایٹ ناٹ پر ملیں گے۔''

''آج شام کو کہیں ملو۔ میں نے قوم کی بدنصیبی پر ایک تقریر تیار کی ہے۔''

ریکھا نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا۔ حمید نے اس کے بتائے ہوئے نمبر ڈائیل کیے۔

''کرنل فریدی......پلیز......!'' حمید نے کال ریسیو کرنے والے سے کہا۔

''ہولڈ آن کیجئے۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد کہا گیا۔ وہ نائین فائیو سکس ایٹ پر ملیں گے۔

اب حمید نے ان نمبروں پر رنگ کیا۔ لیکن یہاں سے بھی ایک تیسرا نمبر بتا دیا گیا۔ آخر کار تقریباً پانچ مختلف نمبروں پر رنگ کرنے کے بعد فریدی سے رابطہ قائم ہو سکا۔

حمید نے اُسے فنگر پرنٹ سیکشن کی رپورٹ سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

''بس اب واپس آجایئے۔ کھیل ختم ہو گیا۔''

''کھیل تو اب شروع ہوا ہے فرزند۔'' فریدی نے جواب دیا۔ ''میں اب گھر ہی آرہا ہوں......وہیں چلو۔''

حمید نے سلسلہ منقطع کر کے گھر کی راہ لی۔ اس کے ذہن میں فریدی کا جملہ کھیل تو اب شروع ہوا ہے۔ بار بار گونج رہا تھا۔ کبھی اس کے ہونٹ سکڑتے اور کبھی وہ دانت پیسنے لگتا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب ایک بات زبان سے نکل گئی ہے خواہ ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے وہ بات پتھر کی لکیر کی طرح اٹل رہے گی۔ اگر وہ خودکشی ہی کا کیس ہوگا تب بھی اسے کھینچ تان کر قتل کے فریم پر چڑھایا جائے گا۔

گھر پہنچ کر اس نے لباس تبدیل کیا اور ریڈیو کھول کر فرانسیسی موسیقی سے دل بہلانے لگا۔

جب اس سے بھی دل نہ بہلا تو جرمنی پر طبع آزمائی کی لیکن آخر کار بی بی سی کی نوبت آ ہی گئی کچھ دیر تک تو وہ سنتا رہا مگر جب مینڈھے سے لڑنے لگے تو اس نے ریڈیو بند کر کے اس سے سر ٹکرا دینے کا ارادہ کیا۔ پتہ نہیں ریڈیو کا کیا حشر ہوتا لیکن ٹھیک اسی وقت فریدی آ گیا۔ اس نے اسے کمرے سے آواز دی۔ حمید طوعاً و کرہاً اٹھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اب اس کا اس کیس میں دل نہیں لگ رہا تھا۔

''کیوں بھئی۔'' فریدی اُسے دیکھ کر مسکرایا۔ ''تمہارے چہرے پر جانکنی کیوں سوار ہے۔''

''ملک الموت سے دوستی کرنے کا نتیجہ بھگت رہا ہوں۔''

''تم نے اس وقت بڑا کام کیا۔''

''کیا......؟''

''مسز لاڈیل کی دریافت...... یہ عورت کام کی معلوم ہوتی ہے۔''

''بڑھیا ہی تو کام کی ہوتی ہیں۔'' حمید نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

''اور ساتھ ہی وہ سیاہ فام بھی ہے۔''

''کر ڈالئے شادی۔ آج کل میرا بکرا بہت اداس رہتا ہے۔''

''مسز لاڈیل کا بیان ہے کہ اس نے تین بجے شب کو اسے دیکھا تھا۔'' فریدی نے اس کی بکواس پر دھیان دیئے بغیر کہا۔ ''وہ جیپ سے اتر کر عقبی دروازے کو کھول رہا تھا۔''

''ختم بھی کیجئے۔ ریوالور کے دستے پر مرنے والی ہی کی انگلیوں کے نشانات تھے۔ آخر آپ خواہ مخواہ اسے قتل کا کیس بنانے پر کیوں تل گئے ہیں۔''

''اگر وہ خودکشی ہی ہے تو تین بجے پروفیسر کی موجودگی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کیونکہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق موت تین اور چار بجے کے درمیان واقع ہوئی تھی۔''

''ہوسکتا ہے کہ نجمی صرف پندرہ منٹ ٹھہر کر واپس چلا گیا ہو اور اس کے جانے کے دس منٹ بعد اس نے خودکشی کر لی ہو۔''

''پھر تم کیا کہنا چاہتے ہو!''

’’یہی کہ اگر اس نے نجمی کی واپسی کے بعد خودکشی کی ہوگی تو اس سے نجمی پر کیا اثر پڑے گا۔‘‘

’’کچھ نہیں سوائے اس کے کہ ایسی صورت میں نجمی کو خودکشی کے اسباب پر روشنی ڈالنی پڑے گی اور اگر اس سے پہلے ہی خودکشی کر چکی تھی تو نجمی نے پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی۔‘‘

’’ٹھہریئے۔‘‘ حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ’’آخر آپ نے لاڈیل کے بیان پر یقین کیسے کرلیا۔ ممکن ہے کہ مسز نجمی نے اسے اس غلط بیانی کے لئے تیار کیا ہو۔‘‘

’’میں کب کہتا ہوں کہ ایسا نہ ہوا ہوگا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے پروفیسر کو پھانسی دلوانے کا تہیہ کرلیا ہے۔‘‘

’’میں کہتا ہوں کہ اس قصے کو ختم کیجئے۔ ضروری نہیں کہ یہ قتل ہی ہو۔ آپ کبھی سیدھے راستے پر چل ہی نہیں سکتے۔‘‘

’’میں یہ بھی نہیں کہتا کہ یہ قتل ہی کا کیس ہے۔ مگر کیا خودکشی کے اسباب کا پتہ لگانا ہمارے فرائض سے خارج ہے۔‘‘

’’خودکشی کی وجہ معدے کی گرانی بھی ہوسکتی ہے۔‘‘ حمید بولا۔ ’’آپ بینگن کا بھرتا کھا لیجئے۔ دو گھنٹے بعد یہی دل چاہے گا کہ خودکشی کر بیٹھو۔‘‘

’’چلو وہ معدے کی گرانی ہی سہی لیکن پھر آخر تمہارے نکتہ نظر کے مطابق نجمی کی بیوی نے مسز لاڈیل کو غلط بیانی پر کیوں آمادہ کیا؟‘‘

’’ممکن ہے وہ اسی طرح نجمی کا خاتمہ چاہتی ہو۔‘‘

’’پھر یہ سازش ہوئی نا...... اگر یہ سازش ہے تو محکمہ سراغ رسانی کا کوئی فرد اس کی طرف سے اپنی آنکھیں کیسے بند کرسکتا ہے۔‘‘

’’میری طرف سے آپ آنکھیں بھی کھلی رکھئے اور ضرورت پڑے تو عینک بھی استعمال کیجئے۔‘‘ حمید جھلا گیا۔ لیکن فریدی اس کی پرواہ کئے بغیر کہتا رہا۔ ’’سیکریٹری پچھلی رات بڑے اچھے موڈ میں تھی۔ نوکروں کا بیان ہے کہ وہ اسے پیانو بجاتا ہوا چھوڑ کر گئے تھے۔ اگر خودکشی کسی الجھن کا نتیجہ ہوتی تو وہ اتنے اچھے موڈ میں نہ پائی گئی ہوتی اور اگر وہ کسی الجھن ہی کا نتیجہ تھی تو بہت

پہلے اسکے ذہن میں خودکشی کے خیال نے سر ابھارا ہوگا۔ ایسی صورت میں خودکشی کا فیصلہ اچانک نہیں ہوتا۔ ہفتوں تو خیال ذہن ہی میں پکتا رہتا ہے۔ اگر وہ بہت دنوں سے خودکشی کیلئے سوچ رہی تھی تو اس نے ریوالور کیوں استعمال کیا۔ جب کہ اُسے کئی قسم کے زہر آسانی سے مل سکتے تھے۔''

''زہر آسانی سے نہیں ملا کرتے۔'' حمید نے کہا۔

''پروفیسر کی تجربہ گاہ میں پوٹاشیم سائینائیڈ تک موجود ہے اسے خریدنے کیلئے بازار نہ جانا پڑتا۔ پھر دوسری بات یہ کہ بغیر لائسنس کا ریوالور رکھنا زہر حاصل کرنے سے زیادہ مشکل کام ہے۔''

''میں سمجھا تھا کہ ریوالور پروفیسر کا ہوگا۔''

''نہیں...... آج تک اس کے نام سے ریوالور کا کوئی لائسنس نہیں ایشو کیا گیا۔'' فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''اگر میں اسے خودکشی کا کیس تسلیم کرلوں تب بھی پیچھا نہیں چھوٹے گا۔ اس صورت میں ہمیں یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ اسے ریوالور ملا کہاں سے تھا اور اگر وہ ہمیشہ بغیر لائسنس کا ریوالور رکھتی تھی تو اسے یقیناً ایک خطرناک عورت تسلیم کرنا پڑے گا۔''

''آپ اسے ہٹلر کی چچی تسلیم کیجئے۔ مجھے ذرہ برابر بھی تشویش نہ ہوگی۔''

فریدی کو حمید کی جھلاہٹ پر ہنسی آ گئی اور اس نے کہا ''ہر حال میں ہمیں یہ کیس لینا پڑے گا۔ خواہ وہ خودکشی ہو۔ خواہ قتل، بغیر لائسنس کے ریوالور کا مسئلہ ہمیں اس وقت تک الجھائے رکھے گا جب تک کہ ہم یہ نہ معلوم کرلیں کہ وہ مرنے والی کو کیسے اور کہاں ملا تھا۔''

خستہ حال لڑکی

حمید اس سے الجھتا ہی رہا۔ مگر پھر فریدی نے مزید وضاحت نہیں کی، شائد وہ خود ہی ابھی اس مسئلے پر کوئی ڈھنگ کی بات نہیں سوچ سکا تھا۔

دوسرے دن صبح ہی صبح پروفیسر نجمی کا وکیل صمدانی آ گیا۔ اس نے فریدی کے سامنے ایک

تار رکھ دیا جو اسے اپنے تار کے جواب میں پروفیسر کی طرف سے موصول ہوا تھا۔

پیغام تھا ''میں نہیں آ سکتا۔ ایک مفصل خط لکھ رہا ہوں۔ کرنل سے کہو کہ دو چار دن مجھے واپسی پر مجبور نہ کریں۔ ورنہ میری ساری محنت برباد ہو جائے گی۔''

فریدی نے پیغام پڑھ کر فارم اسے واپس کرتے ہوئے کہا۔ ''پروفیسر کی واپسی بہت ضروری ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے سختی نہ کرنی پڑے۔''

''میں کیا بتاؤں کرنل۔ پروفیسر بہت ضدی آدمی ہیں۔'' صمدانی نے کہا لیکن فریدی نے پھر کچھ نہیں کہا۔ حمید البتہ صمدانی کو کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا۔

اس نے کہا۔ ''کیا آپ ہمیں سیکریٹری کی پچھلی زندگی سے متعلق کچھ بتا سکیں گے۔''

''نہیں جناب! میں بھلا اس کی پچھلی زندگی کے متعلق کیا بتا سکتا ہوں۔''

''اس کا نام ڈوروتھی تھا۔''

''جی ہاں...... میں اسی نام سے جانتا ہوں۔''

''صمدانی صاحب! کیا ڈوروتھی خودکشی بھی کر سکتی تھی۔'' فریدی نے کہا۔

''دنیا کا ہر آدمی خودکشی کر سکتا ہے، کرنل کیا خودکشی کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں۔''

''نہیں...... ایک فیصد بھی نہیں۔ حالانکہ ریوالور کے دستے پر صرف اسی کی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں اور ریوالور کا ایک ہی چیمبر خالی ہے۔ پانچ میں گولیاں موجود ہیں۔''

''اور آپ اسکے باوجود بھی اسے خودکشی کا کیس نہیں سمجھتے۔'' صمدانی نے حیرت سے کہا۔

''جی ہاں...... میں اسے خودکشی کا کیس نہیں سمجھتا کیونکہ میں نے ایک گولی کمرے کی دیوار سے بھی نکالی ہے اور زخم کی حالت سے بھی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ گولی قریب سے چلائی گئی ہو۔ خودکشی کرنیوالے عموماً ریوالور کی نالی کنپٹی پر رکھ لیتے ہیں۔ لہٰذا اس صورت میں زخم کے گرد بارود کے نشانات لازمی طور پر ملنے چاہئیں۔ لیکن مرنے والی کی کنپٹی کی کھال پر اس قسم کے نشانات نہیں پائے گئے۔ زخم کی حالت سے صاف ظاہر تھا کہ گولی کافی فاصلے سے چلائی گئی۔''

''تب تو...... یقیناً...... مگر آخر اسے قتل کس نے کیا۔'' صمدانی نے تشویش کن لہجے میں

کہا۔ ''جہاں تک مجھے علم ہے وہ ایک شریف اور سلیم الطبع لڑکی تھی۔ میں نے آج تک اس کے کسی ملنے والے کو پروفیسر کی کوٹھی میں نہیں دیکھا۔''

''اب آپ نے بھی دوسری راہوں پر بھٹکنا شروع کر دیا مسٹر صمدانی۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''حالانکہ کل آپ نے مسز نجمی کے غصے کا تذکرہ کرتے وقت......''

''دیکھئے ٹھہریئے۔'' صمدانی بول پڑا۔ ''مجھے غلط نہ سمجھئے۔ میں نے یونہی برسبیل تذکرہ وہ بات کہہ دی تھی۔ میرا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ مسز نجمی پر کسی قسم کا الزام رکھوں۔''

''آپ رکھیئے یا نہ رکھیئے وہ پرسوں رات تقریباً ڈیڑھ بجے ہوٹل سے باہر گئی تھیں۔ میں وہاں چیک کر چکا ہوں۔''

''میرے خدا......!'' یک بیک صمدانی کے ہونٹ خشک نظر آنے لگے۔

اور پھر اس کی واپسی تقریباً ساڑھے تین بجے ہوئی تھی۔ پچھلی رات خود اس نے اس کا اعتراف کر لیا ہے کہ وہ ڈیڑھ سے ساڑھے تین بجے تک ہوٹل ڈی فرانس سے باہر رہی تھی۔

''اس نے اعتراف کر لیا ہے۔'' صمدانی نے نحیف آواز میں کہا۔

''اگر نہ کرتی تو اس سے بھی کوئی فرق نہ پڑتا کیونکہ میں نے مقامی ہوٹلوں کے لئے کچھ نئے قوانین وضع کرائے ہیں جن کے تحت قیام کرنے والے مسافروں کے لئے لازمی ہو جاتا ہے کہ وہ رات گئے باہر جاتے وقت اپنی روانگی ایک رجسٹر میں درج کریں جہاں جانا چاہتے ہوں وہاں کا حوالہ دیں۔ کسی سے ملنا ہو تو اس کا نام اور پتہ تحریر کریں بہرحال وہ اپنے ایک دوست سے ملنے گئی تھی۔ اس نے اس کا نام اور پتہ تحریر کیا تھا۔''

''پھر آپ نے اس ملنے والے کو بھی چیک کیا ہوگا۔''

''یقیناً......وہ دو سے تین بجے تک اس کے ساتھ شراب پیتی رہی۔''

''اوہ......تب تو ٹھیک ہے۔''

''کیا ٹھیک ہے۔''

''بات دراصل یہ ہے کرنل...... میں پروفیسر کے خاندان کا خیر خواہ ہوں۔ میرے

حدا...... پروفیسر کے لئے یہ ایک بہت بڑا داغ ہوگا اگر اس کی بیوی کے خلاف اس قسم کا کوئی جرم ثابت ہوسکا۔"

"اب ہمیں کہاں جانا ہے۔" فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ حمید سمجھ گیا کہ وہ صمدانی کو ٹالنا چاہتا ہے۔

"آفس......!" حمید بولا۔

"اجازت ہے۔" صمدانی نے اٹھنے کا ارادہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ......ضرور......لیکن ہوسکتا ہے کہ پھر کسی وقت آپ کو تکلیف دی جائے۔"

صمدانی چلا گیا۔ حمید خاموش ہوگیا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "تو اب یہ سچ مچ قتل کا کیس بن گیا ہے۔"

"ہاں......اب اٹھو۔ آفس جانے سے پہلے مسز لاڈیل سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اس سے آپ مل چکے ہیں۔"

"ہاں......آج پھر۔" فریدی بولا۔ "کل میں نے اس سے یونہی مختصر سی گفتگو کی تھی۔ لیکن آج دیکھوں گا کہ وہ بنائی ہوئی گواہ تو نہیں ہے۔"

"خیر اسے چھوڑیئے۔ آپ کہتے ہیں کہ مرنے والی کے ریوالور کا چیمبر خالی تھا۔ لیکن کیا وہ گولی جو اس کی کھوپڑی سے نکالی گئی ہے اسی ریوالور کی نہیں تھی۔"

"اسی ساخت کے دوسرے ریوالور کی گولی کہی جاسکتی ہے۔ اس ریوالور کی نہیں ہوسکتی۔"

"تو گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اتفاق سے قاتل کے پاس بھی اسی ساخت کا ریوالور موجود تھا اور ڈورتھی نے اس پر فائر کیا لیکن گولی دیوار پر لگی پھر قاتل نے فائر کردیا اور گولی اس کی کنپٹی پر لگی۔"

"فی الحال میرا یہی خیال ہے۔"

"لیکن قاتل نے خود سے اسے خودکشی کا کیس بنانے کی کوشش نہیں کی۔"

"تمہارا یہ خیال بھی درست ہے ورنہ وہ کم از کم دیوار والی گولی تو نکال ہی لے جاتا اور

کچھ دور کا پلاسٹر اس طرح اکھاڑ دیتا کہ وہ گولی کا نشان معلوم نہ ہوتا۔''

حمید خاموش ہوگیا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔

''دیکھو......کون ہے۔'' فریدی نے کہا۔ حمید نے ریسیور اٹھالیا۔

''ہیلو......!''

''ہیلو...... ہیلو......!'' دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔ ''میں صوفیہ نجمی ہوں۔ پروفیسر نجمی کی لڑکی۔ کل آپ نے مجھے اپنا فون نمبر دیا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ فون پر آپ ہی ہیں یا اور کوئی ہے۔ میں آپ کا نام نہیں جانتی۔''

''ہاں میں ہی ہوں۔ کل میں نے آپ کو اپنا فون نمبر دیا تھا مجھے کیپٹن حمید کہتے ہیں۔''

''اوہ......کیپٹن آپ نے کہا تھا کہ جب ضرورت ہو مجھے فون کر دینا۔''

''جی ہاں...... میں نے کہا تھا۔''

''میں بہت شدت سے آپ کی ضرورت محسوس کر رہی ہوں......فوراً آیئے۔''

حمید فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

''آدھ گھنٹے کے اندر ہی اندر۔ اس وقت ساڑھے نو بجے ہیں۔ اگر آپ آدھے گھنٹے بعد آئے تو پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔''

''بات کیا ہے۔''

''بات فون پر نہیں بتا سکتی۔ ویسے مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔''

''میں آ رہا ہوں۔''

''کون تھا۔'' فریدی نے پوچھا۔

''نجمی کی لڑکی۔ اس نے مجھے آدھ گھنٹے کے اندر ہی اندر بلایا ہے۔'' حمید نے کہا اور فریدی کو پوری سچویشن سے آگاہ کر دیا۔

''ممکن ہے اس سے کوئی نئی بات معلوم ہو سکے۔ تم جاؤ۔ میں لاڈیل کو چیک کروں گا۔''

''گاڑی لے جاؤں۔''

''نہیں تم اسٹیشن ویگن نکال لو۔''

''خود لنکن پر چلیں گے اور میں چھکڑا نکال لوں۔'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''میں نکال لوں گا چھکڑا......اب تو دفع ہو جاؤ۔''

حمید نے باہر آ کر گیراج سے لنکن نکالی اور ہوٹل ڈی فرانس کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے توقع تھی کہ وہ ڈائننگ ہال ہی میں ملے گی۔ لیکن وہ وہاں کہیں نظر نہ آئی۔ اوپر کی گیلری میں بھی دیکھا پھر ان کمروں کی طرف چل پڑا جہاں ان کا قیام تھا اور اسی کمرے کے سامنے رکا جس پر پچھلے دن اس نے اس سے گفتگو کی تھی۔ دروازے پر ہلکی سی دستک کا جواب بہت ہی دھیمی آواز میں ملا۔ پھر حمید نے قدموں کی آواز سنی۔

''کون ہے۔'' صوفیہ نے آہستہ سے کہا۔ حمید اس کی آواز پہچان گیا تھا۔

''کیپٹن حمید۔''

''اوہ......کیپٹن!'' صوفیہ نے جواب دیا۔ ''یہ دروازہ باہر سے مقفل ہے۔ کنجی دیوار سے لگی ہوگی۔ براہِ کرم قفل کھولئے۔''

حمید نے متحیرانہ انداز میں کنجی کے سوراخ کی طرف دیکھا پھر دیوار سے لٹکی ہوئی کنجی پر نظر پڑی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ آخر اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔

''کیپٹن......!'' اندر سے کپکپاتی ہوئی سی آواز آئی۔ ''آپ کیا کر رہے ہیں۔''

''اُو...... ہاں......!'' حمید چونک کر بولا۔ ''ٹھہریئے! میں قفل کھولنے جا رہا ہوں۔''

''شکریہ! جلدی کیجئے۔ صرف دس منٹ اور رہ گئے ہیں۔''

حمید نے قفل کھول کر دروازے کو دھکا دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے منہ سے ایک تحیر زدہ سی آواز نکلی کیونکہ یہ پچھلے دن کی حسین صوفیہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس کے بال الجھے ہوئے تھے۔ چہرے پر خراشیں تھیں اور کہیں کہیں نیل بھی نظر آ رہے تھے اور شاید ٹھوڑی اور گردن پر کسی نے بڑی بے دردی سے اپنے تیز ناخن چبھائے تھے۔

"لے چلئے۔خدا کے لئے مجھے یہاں سے کہیں لے چلئے۔" اس نے مضطربانہ انداز میں کلائی کی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"اب صرف آٹھ منٹ رہ گئے۔" لڑکی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔حمید راہداری میں آ گیا۔لڑکی نے بڑی تیزی سے جھک کر دروازے کو مقفل کیا اور کنجی پھر دیوار سے لٹکا دی۔

"چلئے! خدا کے لئے کسی ایسے راستے سے باہر نکلئے کہ کوئی ہمیں دیکھ نہ سکے۔" لڑکی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔"میں ایک ایسے راستے سے واقف ہوں۔وہ راستہ اس وقت کھلا ہوگا۔رات کو بند کر دیا جاتا ہے۔"

وہ تیسری منزل کی ایک راہداری میں چل رہے تھے۔حمید اس وقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ رہا تھا کہ عنقریب وہ کسی بوکھلاہٹ کا شکار ہونیوالا ہے۔صوفیہ اسے اس طرح کھینچ رہی تھی جیسے کسی چٹیل میدان میں ژالہ باری شروع ہو جانے کے بعد کوئی پناہ گاہ تلاش کر رہی ہو۔

حمید اس راستے سے واقف تھا۔یہ ہوٹل کی عمارت کی پشت والی سڑک کیطرف لے جاتا تھا۔

دوسری منزل پر پہنچ کر وہ ایک لحظہ کے لئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔دونوں طرف دوسری منزل کی دو طویل راہداریاں تھیں۔

"میرے خدا......!" دفعتاً اس کے منہ سے نکلا اور وہ حمید کا ہاتھ چھوڑ کر داہنی جانب والی راہدری میں دوڑتی چلی گئی۔

حمید نے کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ ہونٹوں تک آنے سے پہلے ہی گھٹ کر رہ گئے۔کیونکہ اس نے صوفیہ کی ماں کو اوپر آتے دیکھ لیا تھا۔وہ سر جھکائے ہوئے زینے طے کرتی اسی کی طرف آ رہی تھی۔پھر اس کا سر بھی اٹھا اور حمید سے آنکھیں چار ہوئیں۔حمید تو رک ہی گیا تھا۔ وہ جس زینے پر تھی دفعتاً اسی پر رک گئی۔اس کے ہونٹ کھلے اور پھر مضبوطی سے بند کر لئے گئے۔اتنی مضبوطی سے کہ جبڑوں پر لکیریں سی ابھر آئیں۔حمید اسے توجہ اور دلچسپی سے دیکھتا رہا۔ایک بار اس نے داہنی جانب والی راہداری کی طرف بھی نظر دوڑائی لیکن وہ دوسرے سرے تک سنسان پڑی تھی۔شاید صوفیہ وہاں سے بھی کسی دوسری راہداری میں مڑ گئی تھی۔

مسز نجمی نے دوسرا قدم اٹھایا اور پانچ یا چھ سیڑھیاں طے کر کے حمید کے قریب پہنچ گئی۔

''کیوں؟'' اس نے کچھ بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔ ''آپ مجھے دیکھ کر رکی تھیں اسی لئے میں بھی رک گیا تھا۔ کیا آپ کو مجھ سے کچھ کہنا ہے۔''

''نہیں تو......جی نہیں......میں سمجھی تھی شاید آپ میرے ہی لئے یہاں آئے تھے۔''

''جی نہیں یہ میرا پسندیدہ ہوٹل ہے اور میں اکثر یہاں آتا رہتا ہوں۔''

''خیر کوئی بات نہیں۔'' مسز نجمی نے کہا اور ایسا معلوم ہوا جیسے وہ آگے بڑھ جائے گی لیکن پھر وہ حمید کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ ''یہ بھی ایک مضحکہ خیز اتفاق ہے کہ آپ لوگوں کے شبہات کو قوی کرنے کے لئے مجھ سے عجیب وغریب حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''مثلاً واردات والی رات کو میں ڈیڑھ سے ساڑھے تین بجے رات تک اپنے ایک دوست کے ساتھ رہی تھی۔ خیر میں بھی تن بہ تقدیر ہوں۔''

''مگر یہ ضروری تو نہیں ہے کہ محض اسی بناء پر آپ کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کر دی جائے۔ دنیا کی کوئی عدالت صرف اتنی سی بات پر آپ کو قاتلہ نہیں قرار دے سکتی کہ آپ قتل والی رات کو کچھ دیر ہوٹل سے باہر رہی تھیں۔''

''خیر ہوگا۔'' مسز نجمی نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور آگے بڑھ گئی۔

پھر حمید نے ہوٹل کا ایک ایک گوشہ چھان مارا لیکن صوفیہ کا سراغ کہیں نہ ملا۔ اس نے سوچا کہ اس کے کمروں کی طرف پھر واپس جائے۔ لیکن پھر ارادہ ملتوی کر دیا۔

بیان میں اضافہ

کچھ دیر بعد حمید سینٹ جوزف کالونی کی طرف جا رہا تھا اور صوفیہ کی شخصیت ایک سوال بن کر اس کے ذہن میں چبھ رہی تھی۔ کیا وہ اسے کوئی اہم بات بتانے والی تھی؟ اس کے چہرے پر خراشیں کیوں تھیں؟ گالوں پر نیل کیوں تھے؟ اس کی پلکوں میں ورم کیسا تھا؟ کیا وہ بہت روئی تھی؟ آخر کیوں؟ اسے کمرے میں کس نے قید کیا تھا؟

آخری سوال کا جواب صاف تھا۔ وہ اپنی ماں کو دیکھتے ہی اس کا ہاتھ چھوڑ کر بھاگ نکلی تھی۔ لہٰذا یہی کہا جاسکتا ہے کہ اسے اس کی ہی واپسی کا خوف تھا اور شاید وہ اس کی واپسی سے قبل ہی ہوٹل چھوڑ دینا چاہتی تھی تو کیا اس کی اس خراب حالی کی ذمہ دار اس کی ماں ہی تھی؟ کیا اسی نے اسے نوچ کھسوٹ کر رکھ دیا تھا؟ آخر کیوں؟ اس ''آخر کیوں'' کا حمید کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

پھر یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ وہ اور فریدی ساتھ ہی مسز لاڈیل کے مکان کے سامنے پہنچے۔ فریدی اسٹیشن ویگن ہی میں آیا تھا۔

''کیوں؟ کیا خبر ہے؟'' فریدی نے پوچھا۔

''بس اتنی ہے کہ مجھے کوئی خبر نہیں۔''

''کیا مطلب......!''

حمید نے لاڈیل کے مکان میں داخل ہونے سے قبل ہی مختصراً اسے سب کچھ بتا دیا۔

''کہانی دلچسپ ہے۔'' وہ ایک طنزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ اس کی آنکھوں سے بے اعتباری مترشح تھی۔ حمید سمجھ گیا اسے اس کہانی پر یقین نہیں آیا۔

''آپ یقین کیجئے۔'' اس نے کہا۔

''آؤ...... پھر سہی...... میں کوشش کروں گا کہ مجھے اس کہانی پر یقین آجائے۔''

حمید خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔

یہ ایک متوسط طبقے کا گھرانہ تھا اس لئے یہاں نہ تو انہیں کال بل کا بٹن ملا اور نہ کوئی ملازم۔ البتہ وہ ایک چھوٹے سے پائیں باغ سے گزر کر برآمدے تک پہنچے تھے۔ پائیں باغ کے گرد دیوار کی بجائے بانسوں سے حد بندی کی گئی تھی۔ عمارت مختصر سی تھی۔ اس میں زیادہ سے زیادہ تین کمرے رہے ہوں گے۔

فریدی نے انگلی سے ایک دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک سیاہ فام عورت نے انہیں خوش آمدید کہا۔ یہ چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ قد ویسے تو متوسط ہی تھا لیکن بہت زیادہ موٹاپے کی وجہ سے پہلی نظر میں پستہ قد معلوم ہوتی تھی۔

انہیں ایک چھوٹے سے کمرے میں بٹھایا گیا۔ یہاں کی کرسیاں بید کی تھیں اور ان پر پھولدار کپڑوں کے گدے پڑے ہوئے تھے۔

''مجھے افسوس ہے کہ میں نے آج پھر آپ کو تکلیف دی۔'' فریدی نے کہا۔

''نہیں جناب...... تکلیف کیسی۔ یہی فخر میرے لئے کیا کم ہے کہ آپ جیسے بڑے آدمی نے یہاں تک آنے کی تکلیف گوارا فرمائی۔ ورنہ آپ تو مجھے کوتوالی ہی میں طلب کر سکتے تھے۔''

''نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے شرفاء کی عزت کا بڑا خیال رہتا ہے۔''

''یہ آپ کی عالی ظرفی اور نیک نفسی ہے ورنہ پولیس والے تو نہ شاہ کو چھوڑتے ہیں اور نہ چور کو۔''

''کل آپ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ واردات والی رات کو آپ نے پروفیسر کو کیسے دیکھ پایا تھا۔''

''بات دراصل یہ ہے جناب کہ میں نے باہر باغیچے میں اناناس لگا رکھے ہیں لہٰذا مجھے ان کی رکھوالی کے لئے بیرونی برآمدے ہی میں سونا پڑتا ہے گو کہ یہاں آس پاس سبھی بڑے لوگ رہتے ہیں لیکن بعض بوڑھوں کی نیت بھی بچوں کی سی ہوتی ہے۔ میں بھی آپ سے یہ نہیں چھپاؤں گی کہ اس کی سزا پر میں اُسے اکثر بلیک میل کرتی رہی ہوں۔''

فریدی ہنسنے لگا پھر بولا۔ ''وہ یقیناً بڑا ڈرپوک ہوگا۔ تبھی تو آپ کی دھمکیوں میں آجاتا ہے۔ ورنہ مجھے یقین ہے کہ آپ بہت شریف ہیں اور کسی کو بدنام نہیں کر سکتیں۔''

عورت نے بھی قہقہہ لگایا۔ حمید کا دل چاہ رہا تھا کہ اپنے کپڑے چیر پھاڑ کر کسی بگڑے ہوئے سانڈ کی طرح ڈکراتا بھاگتا چلا جائے۔

عورت کہہ رہی تھی۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ بلیک میلنگ بڑی شاندار ہے۔ میں اس سے کہتی ہوں کہ ناک سے زمین پر لکیر ڈالو، ورنہ میں سب سے کہہ دوں گی کہ تم میرے اناس چرا رہے تھے۔"

"تربوز نہیں لگائے آپ نے۔" حمید نے پوچھا۔

"جی نہیں۔"

"ضرور لگایئے۔ میں آپ کے تربوز چرانے آیا کروں گا۔"

عورت نے پھر قہقہہ لگایا اور بے ڈھنگے پن سے ہنستی رہی۔ فریدی نے فوراً ہی گفتگو کا رخ موڑ دیا۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں حمید تفریح نہ شروع کردے۔

"ہاں تو جب اس کی جیپ یہاں پہنچی تو آپ کی آنکھ کھل گئی۔"

"جی ہاں...... اور مجھے حیرت بھی ہوئی کیونکہ اتنی رات گئے یہاں اس لائن میں کوئی بھی اپنی گاڑی نہیں لاتا۔ وجہ یہ ہے کہ اول اس لائن والوں کے پاس گاڑیاں ہیں ہی نہیں۔ کیونکہ ادھر کے سبھی لوگ ہی میری طرح کم حیثیت کے ہیں۔ رہے سامنے والی لائن کے بڑے لوگ تو ان کے گیراج بھی دوسری ہی طرف ہیں لہٰذا ادھر گاڑی لانے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"مگر کیا آپ یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہیں کہ وہ پروفیسر ہی تھا۔"

"جی ہاں...... میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ وہ پروفیسر ہی تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ گلی تاریک ہی رہی ہوگی کیونکہ میں نے پوری گلی میں صرف دو الیکٹرک پول دیکھے ہیں۔ دونوں سروں پر نصب ہیں لہٰذا گلی کا یہ حصہ زیادہ روشن نہ رہا ہوگا۔"

"آپ کا خیال بالکل درست ہے جناب! لیکن پروفیسر کا چہرہ میں نے اسی لئے دیکھ لیا تھا کہ اس نے جیپ کا انجن بند کر کے اندر بیٹھے ہی بیٹھے سگریٹ سلگایا تھا۔"

"ممکن ہے آپ کو دھوکہ ہوا ہو۔ آپ سوتے سوتے جاگی تھیں۔"

''پروفیسر کے مضحکہ خیز چہرے کی ایک ہلکی سی جھلک ہی اس کی پہچان کروا سکتی ہے۔ اس کے منحنی سے چہرے پر بڑی بڑی اور بہت زیادہ گھنی مونچھیں ہزار میل کے فاصلے سے صاف نظر آ سکتی ہیں۔''

''خیر......!'' فریدی بولا۔ ''آپ نے فائر کی آواز بھی سنی ہوگی۔''

''نہیں...... میں نے فائر کی آواز نہیں سنی کیونکہ میں پھر جلد ہی سو گئی تھی۔''

''یہ بڑی عجیب بات ہے کہ فائر کی آواز کسی پڑوسن نے نہیں سنی۔'' فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

مسز لاڈیل کچھ سوچنے لگی۔ پھر قبل اس کے فریدی کچھ کہتا اس نے کہا۔ ''میں نے کل یہ بات پروفیسر کی بیوی کو بتائی تھی۔ اس وقت وہ صرف سنتی رہی تھی...... لیکن آج؟''

''ہاں...... آج کیا!'' فریدی اسے غور سے دیکھنے لگا۔

''ابھی کچھ دیر پہلے وہ یہیں تھی اور مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں اپنے بیان میں تھوڑا سا اضافہ کر دوں۔ اس کے عوض وہ مجھے دو ہزار روپے دے گی۔''

''خوب....!'' فریدی آگے جھک آیا۔ ''یہ ایک دلچسپ اطلاع ہے کیا اضافہ کرانا چاہتی ہے وہ۔''

''یہی کہ میں نے پروفیسر کے اندر چلے جانیکے تقریباً بیس منٹ بعد فائر کی آواز سنی تھی۔''

''آپ واقعی بہت شریف ہیں۔ آپ کی جگہ کوئی دوسری عورت ہوتی تو مفت ہاتھ آنے والے دو ہزار اسے گراں نہ گزرتے۔''

''میری نظروں میں قانون کا بہت احترام ہے جناب۔''

''ہونا بھی چاہئے۔ ہر شریف شہری قانون کا احترام کرتا ہے۔'' فریدی نے کہا۔ پھر پوچھا۔ ''کیا آپ نے مسز نجمی سے اس کا وعدہ کر لیا تھا۔''

''جی ہاں میں نے وعدہ کر لیا تھا اور وعدہ کرتے وقت ہی یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اپنی پہلی فرصت میں آپ کو اس کی اطلاع دوں گی۔''

''میں بیحد شکر گذار ہوں۔ اچھا اب اتنا اور کیجئے کہ مسز نجمی کو اس کا علم نہ ہونے پائے۔''

''نہیں...... میں اس سے یہی کہتی رہوں گی کہ میں نے اپنے بیان میں اضافہ کردیا ہے۔'

''بہت بہت شکریہ اور اس طرح آپ اس سے دو ہزار بھی وصول کرسکیں گی۔''

''نہیں......!'' مسز لاڈیل کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اس وصول یابی کے بغیر آپ اسے یقین نہیں دلاسکیں گی کہ آپ نے اپنے بیان میں اس کا تجویز کردہ اضافہ کردیا ہے۔''

''ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔''

''اگر آپ اس رقم کو اپنے لئے ناجائز تصور کرتی ہوں تو اسے سرکاری تحویل میں دے دیجئے گا۔ ورنہ میری طرف سے تو کھلی ہوئی اجازت ہے کہ آپ اس رقم سے اپنے اناسوں کی کاشت بڑھا سکتی ہیں۔''

''نہیں میں اسے اپنے لئے قطعی ناجائز تصور کرتی ہوں، ورنہ میں آپ کو بتاتی ہی کیوں۔''

مسز لاڈیل انہیں رخصت کرنے کے لئے گلی تک آئی لیکن فریدی اور حمید گاڑیوں میں بیٹھنے کی بجائے پروفیسر کے مکان کے عقبی دروازے کی طرف چلے گئے۔ مسز لاڈیل واپس جاچکی تھی۔ فریدی نے دروازے کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔''وہ دیکھو اس طرف بھی قفل موجود ہے۔ حالانکہ جب مکان خالی نہیں تھا تو یہ قفل قطعی غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ پروفیسر دوسروں کی لاعلمی میں یہاں اکثر آتا رہا ہے۔''

''قفل کی موجودگی کا یہی مطلب ہے۔ تم ٹھیک سمجھے ہو۔''

''مگر سیکریٹری نے اسکا تذکرہ کبھی کسی سے نہیں کیا ورنہ کم از کم ملازمین کو تو اس کا علم ہوتا ہی۔ خصوصیت سے وہ ملازم تو لازمی طور پر جانتا ہوتا جس پر پروفیسر کو سب سے زیادہ اعتماد ہے۔''

''تمہارا یہ خیال بھی درست ہے۔ میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔''

''اچھا تو پھر اب کیا خیال ہے۔''

''مسز لاڈیل سے دو ایک باتیں اور دریافت کروں گا۔''

وہ دونوں پھر کار کی طرف پلٹ آئے۔ مسز لاڈیل ابھی تک بیرونی برآمدے ہی میں موجود تھی۔

جیسے اس نے فریدی کو اپنی طرف متوجہ دیکھا خود ہی دوڑتی ہوئی پائیں باغ کی حدود سے باہر نکل آئی۔

''ایک ذراسی تکلیف اور محترمہ۔'' فریدی بولا۔

''ضرور جناب۔ آپ بالکل تکلف نہ فرمایئے۔ میں گھنٹوں اس جگہ کھڑی رہ کر آپ کے سوالات کے جواب دے سکتی ہوں۔''

''کیا پروفیسر اکثر اسی دروازے کو استعمال کرتا رہا ہے۔''

''نہیں...... پرسوں میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ دروازہ تو دراصل مہتر استعمال کرتا ہے اور قفل کی کنجی اس کے پاس رہتی ہے۔ یہ تو ایک چھوٹے سے صحن کا دروازہ ہے جس میں کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا ہے اور اس صحن کا اصل عمارت سے اتنا ہی تعلق ہے کہ اس سے ایک دروازہ دوسری طرف بھی کھلتا ہے۔''

''اچھا شکریہ! اب بالکل تکلیف نہ دوں گا۔'' فریدی نے کہا اور اسٹیشن ویگن میں بیٹھ گیا۔ پھر دونوں گاڑیاں آگے پیچھے گلی سے نکلیں۔

شام تک حمید دفتر میں بور ہوتا رہا۔ وہ چاہتا تھا کہ معاملات تیزی سے آگے بڑھیں۔ ہر لحظہ کوئی نئی سنسنی خیز خبر سنائی دے لیکن ایسا نہیں ہوا اور اس کی اکتاہٹ بڑھتی رہی۔ آج نہ جانے کیوں اسے بھی سبھی مشغول نظر آرہے تھے۔ اس نے ایک آدھ چکر ریکھا کے کمرے کے بھی لگائے لیکن لفٹ نہیں ملی۔ ریکھا بڑی تندہی سے فائلوں میں سر کھپا رہی تھی۔

چار بجے فریدی میز سے اٹھا اور حمید کی بھی جان چھوٹی۔ وہ دراصل صوفیہ کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ لیکن فریدی نے ایک بار بھی اس کا تذکرہ نہیں چھیڑا۔ حمید کو یقین تھا کہ وہ اسے مذاق سمجھا ہے ورنہ اس کی طرف سے اتنی لاپروائی نہ برت سکتا۔

آفس سے وہ دونوں گھر واپس آئے۔ فریدی کسی سوچ میں تھا۔

''میں ایک ہفتے کی چھٹی چاہتا ہوں۔'' حمید نے کہا۔ ''اتنی لمبی خاموشی کے بعد اس کی زبان اینٹھنے لگی تھی۔''

''چھٹی کیوں چاہتے ہو۔'' فریدی نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''تاکہ ایک وصیت نامہ مرتب کرسکوں۔''

''بکواس مت کرو۔ کیا تمہیں کوئی کام نہیں ہے۔''

''کام...... ہے کیوں نہیں۔ لیکن اب کام کے ساتھ لفظ ''تمام'' کا اضافہ بھی ہونے واﻻ ہے۔'' حمید جھلا گیا۔

''چلو خاموش بیٹھو۔'' فریدی نے کہا۔ غالباً اس وقت وہ صرف سوچنا چاہتا تھا لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوسکی۔ اسی وقت ایک نوکر نے اطلاع دی کہ پروفیسر نجمی کا وکیل تنویر صمدانی اس سے ملنا چاہتا ہے۔

''ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔'' فریدی نے کہا اور سگار سلگانے لگا۔

''یہ بے وقوف شاید ہماری قبروں میں چھلانگ لگا دے گا۔'' حمید بڑبڑایا۔ ''کسی طرح پیچھا ہی نہیں چھوڑتا۔''

فریدی اٹھ کر ڈرائنگ روم کی طرف چلا گیا اور حمید نے بھی اس توقع پر اس کی تقلید کر ڈالی کہ ممکن ہے اس وقت بھی وہ کوئی سنسنی خیز خبر لایا ہو۔ وہ اس وقت ڈرائنگ روم میں داخل ہوا جب صمدانی ایک لفافہ فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''یہ خط شام کی ڈاک سے ملا ہے۔ پروفیسر نے آپ کو میرے توسط سے بھیجا ہے۔''

فریدی لفافہ لے کر مہریں دیکھنے لگا۔ حمید بھی آگے بڑھ آیا۔ ٹکٹوں پر لگی ہوئی مہر روپ نگر کے پوسٹ آفس کی تھی اور مقامی پوسٹ آفس کی مہر میں آج ہی کی تاریخ تھی۔ فریدی نے لفافے سے خط نکالا۔ مضمون انگریزی میں ٹائپ کیا ہوا تھا اور نیچے نجمی کے دستخط تھے۔

اس میں لکھا تھا۔ ''محترمی! میرے وکیل کی وساطت سے آپ کا پیغام ملا۔ میں ڈورو تھی کے لئے حقیقتاً بہت مغموم ہوں کیونکہ اب وہ ایک اچھی لڑکی بن گئی تھی۔ مگر محترم! مجھے توقع ہے کہ آپ مجھے سردست معاف رکھیں گے۔ میری نئی ایجاد بہت تیزی سے پایہ تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں نے کینسر کا کامیاب ترین طریقہ علاج دریافت کرلیا ہے

اور اس سلسلہ میں ایک ایسی مشین تیار کرنے میں کامیاب ہوتا جا رہا ہوں جس کے ذریعے چاند کی روشنی کو ریڈیم کی شعاعوں کا بدل بنایا جا سکے گا۔ آپ خود سوچئے اس مشین سے کتنے بنی نوع انسانوں کا مفاد وابستہ ہوگا۔ ڈوروتھی کے متعلق جو کچھ میں آپ کو بتا سکوں گا وہ صرف اتنا ہی ہے کہ وہ ایک ماضی رکھتی تھی۔ ہوسکتا ہے آپ ہیری بلکسٹن گروہ سے واقف ہوں۔ کسی زمانے میں اس کا تعلق اسی گروہ سے تھا لیکن وہ اپنی مجرمانہ زندگی سے تنگ آ گئی تھی۔ اُس نے مجھ سے پناہ مانگی تھی، جو اُسے مل گئی۔ پھر اس نے تہیہ کیا کہ اب وہ شریف لڑکیوں کی سی زندگی بسر کرے گی۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ قتل کی گئی ہے تو اس میں اس گروہ کے علاوہ اور کسی کا ہاتھ نہ ہوگا۔ ہیری اور بلکسٹن دو یوریشین بدمعاش ہیں انہیں دونوں کے نام سے یہ گروہ غالباً اب بھی چل رہا ہے۔ میں آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں گا اگر آپ اس کے قاتل یا قاتلوں کو پکڑ کر قانون کے حوالے کر سکیں۔ میں سچ مچ ڈوروتھی کے لئے بے حد مغموم ہوں۔"

خط ختم کر کے فریدی نے اسے حمید کی طرف بڑھا دیا اور یہ خط اس کے لئے کسی حد تک سنسنی خیز ثابت ہوا لیکن اس نے اس پر رائے زنی کرنے کی بجائے ایک ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہو گیا۔

فریدی بھی خلاء میں گھور رہا تھا اور اس کی پیشانی کی رگیں ابھر آئی تھیں۔

نئی کہانی

تقریباً دو منٹ تک کمرے پر بوجھل سا سکوت طاری رہا پھر تنویر صمدانی نے کھنکار کر پہلو بدلا اور فریدی کی نظر چینی کے گلدان سے ہٹ کر اس کے چہرے پر جم گئی۔

"کیا آپ نے یہ خط دیکھا ہے۔" اس نے صمدانی سے پوچھا۔

"نہیں جناب! لفافہ تو آپ نے چاک کیا تھا۔"

''اوہ معاف کیجیئے گا...... حمید! خط صمدانی صاحب کو دے دو۔''

صمدانی خط لے کر پڑھتا رہا پھر اس نے اسے حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ اب ہیری بکسٹن گروہ اپنی پہلی سی شکل میں موجود نہیں ہے۔''

''یہی میں بھی کہنا چاہتا تھا کہ پروفیسر کی معلومات سیکنڈ ہینڈ ہیں۔'' فریدی بولا۔

''لیکن یہ چیز دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ ڈوروتھی کا تعلق پہلے کن لوگوں سے تھا۔ خیر میں دیکھوں گا۔ ہیری بکسٹن گروہ میرے ہی ہاتھوں ٹوٹا تھا۔ بکسٹن پھانسی پا چکا ہے لیکن ہیری سے اب بھی سنٹرل جیل میں گفتگو کی جا سکتی ہے۔''

''میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ڈوروتھی کا تعلق کبھی ایسے آدمیوں سے بھی رہا ہوگا۔'' صمدانی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس اطلاع سے اُسے گہرا صدمہ پہنچا ہو۔ اس نے پھر کہا۔ ''میرے خدا وہ کتنی بھولی، نیک اور شریف تھی۔''

''شاید آپ بھول رہے ہیں کہ وہ پروفیسر کی داشتہ بھی تھی۔'' حمید نے کہا۔

''رہی ہوگی۔'' صمدانی لاپروائی سے بولا۔ ''پتہ نہیں لوگ کردار کے دوسرے پہلوؤں کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ محض باعصمت ہونا ہی آدمی کو آدمی نہیں بناتا۔ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ صرف کسی ایک کی پابند نہیں تھی تو اسے آبرو باختہ سمجھنے والے غلطی پر ہیں۔''

''لیکن کیا آپ کسی ایسی عورت کو مرد کے ترکے سے کچھ دلوا سکتے ہیں وکیل صاحب۔'' حمید کا لہجہ تلخ تھا۔

''نہیں جناب! میں قانون کی بات نہیں کر رہا۔ یہ میرا اپنا نظریہ ہے۔''

''پروفیسر کو واپس آنا ہی پڑے گا صمدانی صاحب۔'' فریدی بولا۔

''کاش مجھے اس کا صحیح پتہ معلوم ہوتا۔'' صمدانی نے کہا۔

''فکر نہ کیجیے۔'' حمید بولا۔ ''ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ روپ نگر کے پوسٹ ماسٹر کے توسط سے اپنی ڈاک منگواتے ہیں۔''

''میرے لائق اور کوئی خدمت ہو تو بتائیے گا۔ اب اجازت دیجیے۔'' صمدانی اٹھتا ہوا بولا۔

''ضرور......ضرور۔'' فریدی نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔''اس تعاون کے لئے بے حد شکر گزار ہوں۔''

صمدانی چلا گیا۔حمید اس انداز سے سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے اس پر کوئی بہت بڑا ظلم ہوا ہو۔

''کیوں! کیا بات ہے۔'' فریدی نے اُسے مخاطب کیا۔

''میں اس لڑکی کے متعلق سوچ رہا ہوں، جو میرے ہاتھوں سے نکل گئی۔''

''کیا تم نے حقیقت بیان کی تھی۔''

''آخر آپ کو یقین کیوں نہیں آتا جبکہ نجمی کی بیوی اتنی زیادہ مشتبہ ہو چکی ہے۔ جب وہ کسی کو فرضی بیان کے لئے دو ہزار کی پیش کش کر سکتی ہے تو......!''

''تو اپنی لڑکی کو بھی زخمی کر سکتی ہے۔'' فریدی مسکرایا۔

''نہیں مجھے یہ کہنا چاہئے تھا جب وہ غصے کی حالت میں اپنے شوہر پر چھری پھینک سکتی ہے تو لڑکی کو بھی زخمی کر سکتی ہے۔''

''ضروری نہیں ہے۔''

''غصہ منطقی شعور کو کھا جاتا ہے۔'' حمید بولا۔''پھر آخر یہ بتایئے کہ وہ اپنی ماں کو دیکھتے ہی میرا ہاتھ چھوڑ کر بھاگ کیوں گئی تھی۔''

''فی الحال اس قصے کو چھوڑ دو۔'' فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔''ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو مگر تاوقتیکہ لڑکی سے گفتگو کرنے کا موقع نہ ملے اس کے متعلق سر کھپانا ہی ہوگا۔ ہاں تو ادھر بہت دنوں بعد ذہنی جمناسٹک کا موقع ملا ہے۔ ابھی تک صرف دو نفوس ایسے تھے جن پر شبہ کیا جا سکتا تھا۔ مگر اب تیسرے کے بھی امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔''

''تیسرا کون۔'' حمید نے کہا۔''میری دانست میں تو اب بھی دو ہی ہیں۔ پروفیسر اور اس کی بیوی۔ ویسے پروفیسر کی بیوی کے متعلق امکانات قوی ہیں۔ آخر وہ مسز اڈیل کے بیان میں فائر کی آواز کا اضافہ کیوں کرانا چاہتی تھی۔ اس کا کھلا ہوا مقصد یہی ہے کہ وہ اپنا جرم پروفیسر کے سر تھوپنا چاہتی ہے۔''

''ہاں......آں...... یہ بھی ممکن ہے۔ ابھی وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہاں تم نے تیسرے کے متعلق پوچھا ہے۔ اگر واقعی اس کا تعلق ہیری بلکسٹن گروہ سے رہا ہے تو اس لائن پر بھی ہمیں تھوڑی سی محنت کرنی پڑے گی۔''

''کیوں! ابھی تو آپ نے کہا تھا......؟''

''ہاں وہ صرف ہیری اور بلکسٹن کی بات تھی۔'' فریدی نے حمید کا جملہ پورا ہونے سے قبل کہا۔ ان میں سے ایک پھانسی پاچکا ہے اور دوسرا عمر قید کاٹ رہا ہے۔ مگر گروہ کے کئی افراد ابھی تک لاپتہ ہیں۔ مثال کے طور پر زین ہی کو لے لو۔ کیا وہ کوئی معمولی مجرم تھا۔ آج بھی اسے زندہ یا مردہ حاضر کرنے والے کو سرکاری اعلان کے مطابق دو ہزار مل سکتے ہیں۔ ممکن ہے زین یا گروہ کے کسی دوسرے فرد کو نجمی اور ڈوروتھی کے تعلقات گراں گزرے ہوں۔ اس نکتے کو دوسری طرح بھی سمجھنے کی کوشش کرو۔ ڈوروتھی کے پاس بغیر لائسنس کے ریوالور کی موجودگی کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ اسے اس واردات کا خدشہ پہلے ہی سے لاحق رہا ہو۔ اب ان حالات میں پروفیسر اور اس کی بیوی کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنے کی کوشش کرو۔''

''فیصلہ کیا کروں۔ اس نئی دلیل کی موجودگی میں تو دونوں ہی ہاتھ سے جارہے ہیں۔''

''نہیں ایسا بھی نہیں ہے۔ تم آخر ذہن پر زور کیوں نہیں دے رہے ہو۔''

''ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ کسی سڑے ہوئے تربوز کی طرح ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوجائے۔ اب ذہن میں رہا ہی کیا ہے۔''

''خیر مجھ سے سنو...... اسے واردات کا خدشہ ضرور لاحق تھا لیکن کم از کم اسے یقین نہیں تھا کہ وہ اسی رات کو قتل ہوجائے گی، ورنہ ملازم اسے پیانو بجاتے چھوڑ کر نہ جاتے۔''

''ٹھہریئے......!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اگر اسے پہلے ہی سے خدشہ لاحق تھا تو اس نے پولیس کو کیوں نہیں اطلاع دی۔''

''اب تم سڑے ہوئے تربوز پر زور دینے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں یہی چاہتا تھا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''فرمائیے نا۔'' حمید چہکا۔

''اچھا...... سنو...... ریوالور کی موجودگی ثابت کرتی ہے کہ اسے پہلے ہی سے خدشہ لاحق تھا۔ اگر یہ خدشہ پروفیسر کی بیوی کی طرف سے تھا تو اسے لازمی طور پر پولیس کو اطلاع کرنا چاہئے تھی اگر پروفیسر سے خائف تھی تب بھی یہی بات ثابت ہونی چاہئے تھی۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا؟ پھر اب اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ گروہ کا ہی کوئی آدمی ہوگا۔ پولیس کو اطلاع دیتے وقت اسے یہ بھی ظاہر کرنا پڑتا کہ وہ اس آدمی کو کیسے جانتی ہے۔ دشمنی کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہیری بلکسٹن گروہ والی لسٹ پر ڈوروتھی کا نام کبھی نہیں رہا۔ یعنی اگر وہ گروہ سے متعلق بھی تھی تو پولیس کو اس کا علم نہیں تھا ورنہ وہ اس طرح شریف بن کر اطمینان کی زندگی بسر نہ کرسکتی۔ کیونکہ اس گروہ کے مفرور افراد کی بو پولیس آج بھی سونگھتی پھر رہی ہے۔ لہٰذا وہ ایسی صورت میں پولیس کو اطلاع نہیں دے سکتی تھی جب مقابلہ گروہ کے ہی کسی آدمی سے رہا ہو۔ وہ کیوں خواہ مخواہ خود پر یہ مثل صادق لاتی کہ آسمان سے گرا اور کھجور سے اٹکا۔''

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''مگر یہ پروفیسر اپنی گردن کیوں پھنسا رہا ہے۔''

''کیوں؟''

''اگر اسے علم تھا کہ ڈوروتھی ہیری بلکسٹن گروہ سے تعلق رکھتی ہے تو اس نے پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی۔ اگر پہلے اطلاع نہیں دی تھی تو اب کیوں اپنے لئے کنواں کھود بیٹھا ہے۔ اسے تو یہ بات اب ظاہر ہی نہ کرنی چاہئے تھی کہ ڈوروتھی ہیری بلکسٹن گروہ سے تعلق رکھتی تھی۔''

''حمید تم بہت اچھے جا رہے ہو۔'' فریدی نے حیرت سے کہا۔ پھر بولا۔ ''تم ذہن سوزی سے جان چراتے ہو۔ بات صرف اتنی ہی ہے۔ اچھا اٹھو! ہمیں جلدی کرنی چاہئے۔''

''کیوں؟ کہاں۔''

''سنٹرل جیل...... میں ہیری سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

''کمال کرتے ہیں آپ بھی۔ میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ کہیں پروفیسر نے اس سلسلے میں غلط بیانی نہ کی ہو۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ قاتل خود کو قانون کی دسترس سے دور رکھنے کے لئے

بڑی بڑی حماقتیں کر گزرتے ہیں اور وہی حماقتیں ان کے لئے پھانسی کا پھندا بن جاتی ہیں۔"

"تم پروفیسر کو قاتل سمجھتے ہو۔" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ابھی تک تو میرا یہی خیال ہے۔" حمید نے جواب دیا۔

"پھر اس کی بیوی کو کس خانے میں رکھو گے، جو اا ڈیل کے بیان میں محض اس لئے ترامیم کرانا چاہتی ہے کہ اس کا شوہر پھانسی کے تختے تک پہنچ جائے۔"

حمید سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ "چلئے! یہ کیس تو دماغ کی چولیں ہلائے دے رہا ہے۔"

وہ دونوں ڈرائنگ روم سے نکل کر گیراج کی طرف چل پڑے۔

راہ میں حمید نے پوچھا۔ "کیا آپ پروفیسر کے سلسلے میں اس کے سابق پارٹنر برجیس قدر سے بھی ملے تھے۔"

"ہاں! میں اس سے صرف پروفیسر کی بعض عادتوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"کیسی عادتیں......!"

"جیسی بھی ہوں لیکن میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ دونوں میں کسی عورت ہی کے معاملے میں جھگڑا ہوا تھا۔ برجیس قدر نے بڑی شدت سے اس بات پر زور دیا تھا کہ ڈوروتھی کا قاتل پروفیسر ہی ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے اسے شبہ ہوا ہو کہ ڈوروتھی کسی اور سے بھی تعلقات رکھتی ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ پروفیسر بڑا وہمی آدمی ہے۔ وہ اکثر اپنی مختلف داشتہ عورتوں کے لئے دوسروں سے لڑتا رہا ہے۔"

فریدی نے کار روک دی اور نیچے اتر گیا۔ حمید نے دیکھا کہ وہ تار گھر میں داخل ہو رہا ہے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ پھر واپس آ گیا۔

"میں نے پروفیسر کو تار دیا ہے کہ وہ فوراً آئے ورنہ اس کی گرفتاری کے وارنٹ بھی جاری کئے جاسکتے ہیں۔" فریدی نے اسٹیرنگ سنبھالتے ہوئے کہا۔

حمید خاموش رہا۔ کار پھر چل پڑی۔

کچھ دیر بعد حمید نے کہا۔ "مسز اا ڈیل کے متعلق کیا خیال ہے۔"

''کیسا خیال......!''

''یہی کہ وہ آپ کو پسند آئی ہو تو گفت و شنید کی جائے۔''

فریدی نے بُرا سا منہ بنایا لیکن کچھ بولا نہیں۔ حمید نے پھر کہا ''آپ خود بھی عجیب ہیں۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے بچے بھی عجیب ہوں۔ اگر آپ منظور کریں تو دنیا آدمی کی ایک چتکبری نسل سے بھی روشناس ہو سکتی ہے۔''

''بکواس بند کرو۔ میں کچھ سوچ رہا ہوں۔''

اگر آپ اسی کے متعلق سوچ رہے ہیں تو میں ہمیشہ کیلئے بھی خاموش ہونے کو تیار ہوں۔

فریدی کو حد سے زیادہ سنجیدہ دیکھ کر حمید سچ مچ خاموش ہو گیا۔ کار تیزی سے راستہ طے کر رہی تھی۔

سنٹرل جیل پہنچ کر انہیں زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ وہ وہاں پہنچا دیئے گئے جہاں ہیری سے ملاقات ہو سکتی تھی۔

کٹہرے کی دوسری طرف ہیری کسی دیو کی طرح کھڑا تھا۔ چوڑا چکلا اور طویل قامت آدمی جس کی ڈاڑھی اور سر کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ اس کا قد فریدی کے قد سے بھی نکلتا ہوا تھا اور اس ہیئت میں وہ سچ مچ کوئی دیو ہی معلوم ہو رہا تھا۔

اس نے فریدی کو بڑی نفرت سے دیکھا۔

''میں تمہارے لئے ڈوروتھی کا ایک پیغام لایا ہوں۔''

''کون ڈوروتھی؟'' ہیری غرایا۔

''سرخ بالوں والی لڑکی جس کے ہونٹ بڑے حسین ہیں۔''

''اس کا پیغام......!'' ہیری نے حیرت سے کہا۔ ''کیا وہ خود ہی اپنی گردن پھنسا رہی ہے۔''

''شاید تمہیں یہ سن کو خوشی ہو کر وہ ایک شریف لڑکی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔''

ہیری نے اس پر ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ کچھ دیر وہ ہنستا رہا پھر بولا۔ ''ڈوروتھی اور شریف لڑکی۔''

''کیوں! کیا یہ ناممکن ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''بات کیا ہے...... کیا اس نے کسی کو کنگال کر دیا۔''

''نہیں ......اس نے بتایا ہے کہ تم نے 1949ء میں سنٹرل بینک کا جو سونا لوٹا تھا وہ آج بھی محفوظ ہے اور تم اس جگہ سے واقف ہو، جہاں اسے رکھا گیا ہے۔''

''اوہ......وہ شیطان کی بچی۔'' ہیری مٹھیاں بھینچ کر بولا۔''وہ یہاں بھی مجھے چین نہیں لینے دیگی۔ وہ جھوٹی ہے۔ مکار ہے۔ ہم نے کبھی لوٹ کا مال سنبھال کر نہیں رکھا، کبھی نہیں۔''

فریدی نے قہقہہ لگایا اور پھر بولا۔''تم مجھے دیکھو۔ میں کس طرح تمہارے گروہ کے آدمیوں کو چوہے بلیوں کی طرح کھود کھود کر نکال رہا ہوں۔ اب اسی لڑکی کو لے لو۔ یہ میری لسٹ پر بھی نہیں رہی۔''

''اس کا تعلق میرے گروہ سے کبھی نہیں رہا۔ وہ تو میری محبوبہ تھی۔ میں نے اس سے زیادہ کسی کو نہیں چاہا۔ میں اس کے لئے جان دینے کو بھی تیار رہتا تھا لیکن کاش مجھے صرف ایک دن کے لئے چھوڑ دیا جائے صرف ایک دن کے لئے۔ تا کہ میں اسے قتل کرسکوں۔''

''کیوں! اپنی محبوبہ کو قتل کرو گے۔''

''ہاں...... کیونکہ ہماری تباہی کا باعث وہی بنی تھی۔ اُف میرے خدا اس کے بھولے بھالے چہرے پر جس فتنہ پرور کھوپڑی کا سایہ ہے وہ کسی خبیث روح کو بھی میسر نہیں ہوسکتا۔ وہ تفریحاً دوسروں کو دھوکا دیتی ہے۔ اس سے زیادہ اذیت پسند عورت آج تک میری نظروں سے نہیں گذری۔''

''تمہاری تباہی کا باعث وہ کیسے بنی تھی؟''

''جس رات ہم گرفتار ہوئے ہیں اس نے ہمیں ایسی شراب پلا دی تھی جس میں کوئی خواب آور دوا ملائی گئی تھی۔''

فریدی کو یاد آ گیا کہ وہ سب نشے کی حالت میں گرفتار ہوئے تھے اور اس گروہ کے متعلق اسے ساری معلومات کسی نامعلوم آدمی کے خطوط سے بہم پہنچا کرتی تھیں۔ ممکن ہے وہ نامعلوم ہستی ڈوروتھی ہی رہی ہو۔

''بہرحال اب وہ شرافت کی زندگی بسر کر رہی ہے۔'' فریدی نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ''اس لئے میں اسے نہیں چھیڑنا چاہتا۔''

''کیا وہ کسی مالدار آدمی کے ساتھ ہے۔''

''ہاں......وہ ایک مالدار آدمی کی سیکریٹری کے فرائض انجام دے رہی ہے۔''

''سنئے کرنل۔'' دفعتاً ہیری غرایا۔ ''اس نے آپ کو محض اس لئے یہاں بھیجا ہے کہ آپ ایک نئے مسئلہ میں الجھ جائیں اور اسے اس شریف آدمی پر ہاتھ صاف کرنے کا موقع مل جائے۔ اس پر گہری نظر رکھئے، ورنہ آپ کو پچھتانا پڑے گا۔ آپ مجھ سے زیادہ اسے نہیں سمجھ سکتے۔''

''اچھی بات ہے ہیری......میں دیکھوں گا۔'' فریدی نے کہا۔

''ٹھہریئے۔'' ہیری اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''میرا خیال ہے کہ آپ نے ابھی تک مجھ سے کوئی سچی بات نہیں کی۔''

''تمہارا خیال بالکل صحیح ہے ہیری۔'' فریدی نے جواب دیا۔ ''ڈوروتھی کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ میں اس کے متعلق جو کچھ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کر چکا......شکریہ۔''

''وہ قتل کر دی گئی۔'' ہیری نے آہستہ سے دہرایا اور اس کی آنکھیں اس طرح چمکنے لگیں جیسے وہ اس کے لئے بڑی پر مسرت خبر رہی ہو۔ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''کرنل تب تو اس کا قاتل وہی آدمی ہو سکتا ہے جس کی وہ سیکریٹری تھی۔ میں نے خود بھی اسے مار ڈالنے کا پروگرام بنایا تھا۔ مگر اس سے پہلے ہی میں گرفتار کر لیا گیا۔ اگر صرف تین دن اور آزاد رہتا تو وہ اس دنیا میں نہ ہوتی......!''

فریدی نے پھر ایک طویل سانس لی۔

ڈاک بنگلہ

دوسری صبح فریدی بہت زیادہ فکرمند نظر آ رہا تھا۔ حمید نے اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی

کوشش کی لیکن ناکام رہا آخراس نے کہا۔ "اب تو پروفیسر ہی پر شبہ کیا جا سکتا ہے۔"

"اوں......!" فریدی چونک پڑا اور اس طرح اس کی طرف دیکھنے لگا جیسے اُسے اس کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہا ہو۔ اس نے کہا۔ "کیا کہا تم نے۔"

حمید نے اپنا جملہ دہرایا۔

"بہتیری پیچیدگیاں اب بھی باقی ہیں۔"

"اب بھی پیچیدگیاں باقی ہیں۔" حمید اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا

"خدا ہر شریف آدمی کو اس پیشے سے دور رکھے۔"

"اگر پروفیسر اس کی اصلیت سے واقف ہو گیا تھا تو پولیس کو اطلاع دے کر بخوبی اس سے اپنی جان چھڑا سکتا تھا۔ آخر اس نے قتل کرنے کا خطرہ کیوں مول لیا۔"

"ابھی تک میں نے اس کے متعلق جو اندازہ لگایا ہے اس کے مطابق وہ مجھے کوئی جھکی آدمی معلوم ہوتا ہے۔" حمید نے کہا۔

"تم جھکی کہتے ہو۔ میں تو اسے دیوانہ سمجھتا ہوں۔ اگر اس کے بجائے کوئی اور ہوتا تو پہلی فرصت میں یہاں پہنچ کر اپنے خلاف پیدا ہو جانے والے شبہات رفع کرنے کی کوشش کرتا۔"

"پھر آپ کس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں۔"

"فی الحال کسی پر بھی نہیں۔ حالات سامنے ہیں مگر بے ترتیب، میں انہیں ترتیب دینے کی کوشش کرتا ہوں مگر کہیں نہ کہیں سے ایک خلاسی نمودار ہو جاتی ہے اور کڑیاں مربوط نہیں ہو پاتیں۔"

"یہ ٹھیک ہے کہ پروفیسر پولیس کو بھی اطلاع دے سکتا تھا لیکن وہ اگر اس طرف سے کسی قسم کا خدشہ رکھتی تھی تو پولیس کو اس کی اطلاع نہیں دے سکتی تھی۔ کیونکہ پروفیسر اس کا راز فاش کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے اس کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور اپنے پاس بغیر لائسنس کا ایک ریوالور رکھنے لگی۔"

"ریوالور کی بات اب چھوڑ دو۔" فریدی بولا۔ "ہیری کے بیان سے اس کی اہمیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اتنی ہی خطرناک عورت تھی تو اس نے یونہی بلا مقصد بھی ریوالور رکھ چھوڑا ہوگا۔"

''میں دراصل اس کی بیوی کے متعلق کچھ کہنا چاہتا تھا۔''

''کہو......!'' فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

''بس اتنا ہی کہنا ہے کہ وہ بھی اس کی قاتل ہوسکتی ہے۔''

''کافی پرانی بات ہوچکی ہے۔ لیکن اس قسم کا سوال بھی پیدا ہوسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے دونوں میں کسی بات پر تکرار ہوگئی ہو اور اس نے غصے کی حالت میں اس پر فائر کردیا ہو۔''

''یہی میرا بھی خیال ہے اور اب وہ مسز لاڈیل کے بیان میں ترامیم کرا کے پروفیسر کو پھنسانا چاہتی ہو۔''

''مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پروفیسر واردات والی رات کو تین بجے گھر میں موجود تھا۔''

''ٹھیک ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''ممکن ہے یہ قتل اس کی موجودگی ہی میں ہوا ہو اور اس نے وقت کی بربادی کے خیال سے پولیس کو اس کی اطلاع نہ دی ہو۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ اب پہلے سے بھی زیادہ فکر مند نظر آنے لگا تھا۔ حمید نے اپنے پائپ میں تمباکو بھری اور اُسے سلگا کر آرام کرسی پر نیم دراز ہوگیا۔

وہ کچھ دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا پھر یک بیک سیدھا ہوتا ہوا بولا۔ ''دیکھئے! میرا خیال ہے کہ یہ پروفیسر......آسانی سے واپس نہیں آئے گا۔ کیوں نہ میں ہی اسے جا کر کھینچ لاؤں۔''

''اس کی تلاش آسان نہ ہوگی حمید صاحب۔'' فریدی نے کہا۔

''کیوں......!''

''وہ روپ نگر کے پوسٹ ماسٹر کے توسط سے اپنی ڈاک منگواتا ہے۔ ضروری نہیں کہ اس کی جائے رہائش کا پتہ آسانی سے معلوم ہوجائے۔''

''میرے خیال سے روپ نگر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے لہٰذا وہاں کسی ایسے آدمی کا سراغ آسانی سے مل جائے گا جو جیپ کار رکھتا ہو۔ مسز لاڈیل نے یہی تو بتایا تھا کہ پروفیسر جیپ کار پر آیا تھا۔''

''تمہارا خیال قطعی غلط ہے کہ روپ نگر کوئی قصبہ ہے۔ کبھی کوئی قصبہ ہی رہا ہوگا۔ لیکن پچھلی جنگ عظیم کے دوران میں اس کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے اور اب تم اسے ایک چھوٹا موٹا شہر کہہ سکتے ہو۔ وہاں زیادہ تر ریٹائرڈ فوجی آفیسر آباد ہیں اور تم وہاں کم از کم پچاس جیپ کاریں ضرور پاؤ گے۔''

حمید خاموش ہوگیا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ وہ یہاں سے نکل بھاگنا چاہتا تھا۔ روپ نگر شہر سے چند میل کے فاصلے پر تھا لیکن اسے آج تک وہاں جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ویسے اس نے ان اطراف کے متعلق یہ ضرور سن رکھا تھا کہ وہاں حسن بکثرت پایا جاتا ہے۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر دفعتاً فریدی مسکرا کر بولا۔ ''ویسے اگر تم اپنی صلاحیتوں کو آزمانا چاہتے ہو تو میں تمہیں روکوں گا نہیں۔''

حمید اٹھا۔ بڑے ادب سے فریدی کا داہنا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اُسے بوسہ دیا اور سر جھکا کر بولا۔ ''پیرو مرشد آپ کی اس فیاضی اور دریا دلی پر دل چاہتا ہے کہ قوالی شروع کر دوں مگر خیر اس تھوڑے سے وقت میں صرف ایک ٹھمری پر اکتفا کروں گا۔''

اس نے اللا پنے کے سے انداز میں کان پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ فریدی نے کان پکڑ کر اسے کمرے سے باہر کر دیا۔

حمید نے اسی وقت وہاں سے روانگی کی تیاری شروع کر دی۔ ایک گھنٹے بعد ایک جیپ کار میں وہ اپنے بکرے سمیت کمپاؤنڈ سے باہر آیا۔ اس کے ساتھ معمولی ضروریات کا سامان بھی تھا۔ شہر سے باہر نکلتے ہی جیپ آندھی اور طوفان کی طرح راستہ طے کرنے لگی لیکن اس رفتار سے چلنے سے پہلے حمید نے بکرے کی چاروں ٹانگیں باندھ کر اسے پچھلی نشست پر ڈال دیا تھا۔

وہ حقیقتاً تفریح کے موڈ میں تھا اور یہ سوچ کر گھر سے چلا تھا کہ جس ہوٹل میں قیام کرے گا اس کے عملہ کے لئے بکرا دردِ سر ہو جائے گا۔

مگر روپ نگر سے دو میل ادھر ہی اسے ایک ڈاک بنگلہ نظر آیا اور اس نے بستی میں قیام کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

سورج غروب ہونے والا تھا۔ نارنجی رنگ کی ٹھنڈی شعاعیں سرسبز میدانوں پر بکھری ہوئی تھیں۔ حمید کا بکرا چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی دیکھ کر بے قابو ہو گیا۔

حمید نے جیپ سڑک سے اتار کر ڈاک بنگلے کی طرف موڑ دی۔ اس نے سوچا کہ رات تو یہیں بسر کرنی چاہئے۔ پھر دوسری صبح بستی بھی دیکھ لی جائے گی۔

گاڑی کی آواز سن کر ایک آدمی باہر آیا۔ یہ غالباً یہاں کا ملازم تھا۔ اس نے بڑے ادب سے حمید کا استقبال کیا۔ لیکن گاڑی میں ایک ایسے بکرے کی موجودگی اس کے لئے حیرت انگیز تھی جس کے سر پر فلٹ ہیٹ منڈھا ہوا ہو اور گلے میں ٹائی لٹک رہی ہو۔ پھر اس کے پیر بھی بندھے ہوئے تھے۔

''اس کے لئے بھی انتظام کرنا پڑے گا۔'' حمید نے بکرے کی طرف اشارہ کیا ''یہ میرا دودھ شریک بھائی ہے۔ ہم دونوں نے ایک ہی بکری کا دودھ پیا تھا۔''

ملازم نے دانت نکال دیئے اور پھر آہستہ سے بولا۔ ''صاحب یہاں ابھی ابھی ایک میم صاحب بھی آئی ہیں۔ پتہ نہیں وہ اسے پسند کریں یا نہ کریں۔''

''اے تم ہوش میں ہو یا نہیں۔ میں نے تم سے یہ کب کہا تھا کہ تم اسے لے جا کر میم صاحب کی دم میں باندھ آؤ۔ کیا چرس پیتے ہو۔''

''نہیں حضور......!''

''چلو سامان اتارو۔''

حمید بکرے کے پیر کھول چکا تھا۔ وہ اسے کان سے پکڑے ہوئے اندر آیا لیکن نوکر کی بیان کردہ ''میم صاحب'' کو دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ بھی جھپٹ کر اس کی طرف بڑھی۔ وہ پروفیسر نجمی کی لڑکی صوفیہ تھی اور اب بھی اس کے چہرے پر جہاں تہاں ہلکے نیل نظر آرہے تھے۔ بکرے کا کان حمید کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

''اوہ کیپٹن حمید تم۔'' وہ پر مسرت لہجے میں چیخی۔ ''مگر کیا تم میرا تعاقب کرتے ہوئے آئے ہو۔''

''میں کسی طرح بھی آیا ہوں لیکن تم یہاں کیسے نظر آرہی ہو۔''

''میں پاپا کی تلاش میں آئی ہوں۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ یہاں ملیں گے۔''

''مم...... میں نے بڑی محنت سے یہ بات معلوم کی ہے۔ پہلے نوکروں کو ٹٹولا لیکن ان سے کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ پھر میں نے سوچا کہ پاپا کے وکیل سے معلوم کروں ممکن ہے وہ کچھ جانتا ہو۔ میرا خیال بھی صحیح نکلا۔ اسے پاپا کے متعلق علم تھا۔ اس نے کہا جب میں سرکاری سراغ رساں کو بتا چکا ہوں تو تم سے کیوں پوشیدہ رکھوں۔ اب اس وقت بہت ضروری ہے کہ پروفیسر واپس آ جائیں۔ ورنہ پولیس کو سمجھانا بہت مشکل ہو جائے گا۔ اگر وہ تمہیں مل جائیں تو انہیں واپس آنے پر مجبور کرو۔''

''کیا اس نے تمہیں پورا پتہ بتایا ہے۔''

''نہیں اس نے صرف بتایا ہے کہ وہ اپنی ڈاک یہاں کے پوسٹ ماسٹر کے پتہ پر منگواتے ہیں۔''

''خیر ٹھہرو...... تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔'' حمید نے کہا اور نوکر کو ہدایت دینے لگا۔ بکرا وہیں سر جھکائے کھڑا جگالی کر رہا تھا۔''

''یہ بکرا کیوں ساتھ لئے پھرتے ہو اور اس کا حلیہ۔'' صوفیہ کہتے کہتے رک گئی۔

''ارر...... نہیں کوئی الٹی سیدھی بات نہ کہہ بیٹھنا ورنہ میرے جذبات کو ٹھیس لگے گی۔ یہ میرا دودھ شریک بھائی یعنی سٹپ برادر ہے۔''

صوفیہ ہنسنے لگی۔

کچھ دیر بعد حمید لباس تبدیل کر کے برآمدے میں آ بیٹھا۔ صوفیہ بھی اس کے قریب ہی موجود تھی۔ اندھیرا پھیل رہا تھا۔ ملازم نے ایک لیمپ روشن کر کے برآمدے میں رکھ دیا۔

''ہاں! اب بتاؤ...... کل کیا قصہ تھا۔'' حمید نے صوفیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیسا قصہ......!''

''کل تم اس طرح بھاگی کیوں تھیں۔''

''اگر میں نہ بتانا چاہوں تو۔''

''تو اپنی ماں کے لئے پھانسی کا پھندا تیار سمجھو۔''

''نہیں......!'' وہ خوفزدہ آواز میں چیخی۔

''کیا یہ غلط ہے تمہاری ماں نے غصے میں تمہیں نوچ کھسوٹ ڈالا تھا۔''

''مم......میں اس مسئلے پر کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔''

''تم غلطی پر ہو۔ ایسا کر کے تم اپنی ممی اور پاپا دونوں کے حق میں کانٹے بو رہی ہو۔''

سوفیہ خاموش ہوگئی۔ حمید بھی چپ چاپ اس کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ بہت زیادہ خوفزدہ نظر آنے لگی۔ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی اور چڑھتی ہوئی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگتی۔

''تمہارا فرض ہے کہ مجھے صحیح حالات سے آگاہ کردو۔'' حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔

''کیسے حالات۔''

''اچھا اب میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔'' حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ارے تم تو خفا ہو گئے۔ پوچھو میں بتاؤں گی۔''

''تمہاری ممی نے تمہیں کیوں مارا پیٹا تھا۔''

''میں نے ان سے پوچھا تھا کہ وہ قتل والی رات کو کہاں غائب رہی تھیں۔''

''نہیں......!'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''ہاں......! میں نے پوچھا تھا۔''

''مگر تم نے اس دن مجھے تو اس کے متعلق نہیں بتایا تھا۔''

''مجھے خود بھی علم نہیں تھا کہ وہ رات کو غائب رہی تھیں۔ میں تو سو رہی تھی۔''

''پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا۔''

''کاؤنٹر کلرک نے مجھے بتایا تھا کہ ایک پولیس آفیسر نے اس کے متعلق چھان بین کی تھی۔ پھر اس نے مجھے وہ رجسٹر دکھایا جس میں ممی نے اپنی روانگی لکھی تھی۔ ہوٹل والے اچھی

طرح جان گئے ہیں کہ ہم کون ہیں۔''

''تو تمہارے دریافت کرنے پر وہ بگڑ گئیں۔''

''ہاں......وہ بہت غصہ ور ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ میں اب ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔''

''تمہارا کوئی دوست نہیں ہے۔''

''نہیں......!'' صوفیہ نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

''اچھا اب مجھے سچ سچ بتاؤ......کیا ایک بار انہوں نے غصے میں پروفیسر پر چھری نہیں کھینچ ماری تھی۔''

''یہ بالکل درست ہے۔ ہاں ایسا ہوا تھا۔''

''پروفیسر نے کیا کیا تھا۔''

''کچھ بھی نہیں۔ وہ اس کے بعد بھی ہنستے رہے تھے۔''

''کیا تمہیں علم ہے کہ تمہاری ممی......!'' حمید اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ وہ دراصل اسے مسز الاڈیل کے متعلق بتانے جا رہا تھا جس کے بیان میں مسز نجمی نے ترمیم کرانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے بات ہی اڑا دی اور بولا۔ ''میں خود بھی اسی لئے آیا ہوں کہ تمہارے پاپا کو تلاش کروں لیکن وہ بہت ضدی معلوم ہوتے ہیں۔''

''ہاں یہ تو حقیقت ہے کہ ایک بار جو بات ان کی زبان سے نکل جائے اسے پتھر کی لکیر سمجھو۔''

''ہم لوگوں کی خواہش تھی کہ وہ صرف ایک دن کے لئے شہر چلے آتے اور پولیس کے شبہات رفع کرنے کی کوشش کرتے۔''

''میں انہیں مجبور کروں گی کہ وہ واپس چلیں۔ وہ کم از کم میری بات نہیں ٹال سکیں گے۔''

''پتہ نہیں! تم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتیں کہ جو کچھ سوچ رہی ہو وہی ہوگا۔''

پھر وہ رات کے کھانے کے لئے اٹھ گئے۔ صوفیہ مغموم اور فکرمند نظر آ رہی تھی۔

حمید نے کھانے کے دوران میں اس سے پوچھا۔ ''کیا تم اپنے پاپا کو بے گناہ سمجھتی ہو۔''

''یقیناً......وہ اتنے برے نہیں ہو سکتے کہ کسی کو قتل کر دیں۔''

"پھر کیا تمہاری ممی غصے میں اسے قتل کر سکتی ہیں۔"

"ممی کے غصے کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ وہ غصے میں پاپا پر چھری بھی پھینک سکتی ہیں اور مجھے بھی اس طرح زخمی کر سکتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ وہ غصے میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتی ہیں۔"

پھر حمید خود ہی اس تذکرے سے اکتا گیا اور کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح صوفیہ بھی ہنس مکھ نظر آنے لگے۔ اس نے ادھر اُدھر کی باتیں چھیڑ دیں لیکن صوفیہ پر بدستور اضمحلال طاری رہا۔ کھانے کے بعد وہاں سے میز ہٹا دی گئی۔ کیونکہ اسی کمرے میں انہیں سونا بھی تھا۔ یہ ایک کافی بڑا اور کشادہ کمرہ تھا۔ اس عمارت میں اس کے علاوہ دو برآمدے بھی تھے۔ ایک غسلخانہ تھا اور ایک بیت الخلاء۔ ملازم کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ وہ دونوں پہلے سے ایک دوسرے کے شناسا ہیں، ورنہ اُسے ایک الجھن کا شکار ہونا پڑتا لیکن اب اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ وہ کس سے کہاں سونے کے استدعا کرے گا۔ اس نے حمید کے حکم کے مطابق اسی کمرے میں دو پلنگ ڈال دیئے اور ان کے بستر لگا کر باہر جاتے وقت بکرے کو بھی اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر حمید نے اسے روک دیا۔

پھر جب سونے کی تیاری ہوئی تو حمید بکرے کو اپنے پلنگ پر لٹانے کی کوشش کرنے لگا اور صوفیہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔" اس نے پوچھا۔

"میں اسے اپنے پاس ہی سلاتا ہوں۔ ورنہ اُسے بُرے بُرے خواب نظر آتے ہیں اور یہ رات بھر قوالی ہی الاپتا رہ جاتا ہے۔"

"تم بہت شریر ہو۔ آخر بکرا ساتھ لئے پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"بکرے کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے میں نے ابھی تک شادی نہیں کی۔"

"تمہاری اوٹ پٹانگ باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"مگر یہ خوب سمجھتا ہے۔" حمید نے بکرے کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن بکرا کسی طرح بھی

اس کے پلنگ پر نہ ٹکا۔ آخر کار حمید نے اُسے تین لاتیں رسید کیں اور خود پلنگ پر ڈھیر ہو گیا۔ بکرا ایک گوشے میں بیٹھ کر جگالی کرنے لگا۔

تلاش

دوسری صبح صوفیہ کسی حد تک تروتازہ نظر آ رہی تھی۔ حمید نے بھی اسے فکر مند ہونے کا موقع نہیں دیا۔ جاگنے سے ناشتے کے وقت تک تفریحی گفتگو کرتا رہا۔ پھر وہ دونوں قصبے سے باہر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

حمید نے بکرے کو بھی ساتھ لے جانا چاہا لیکن صوفیہ نے شدت سے اس کی مخالفت کی۔

''اگر بکرے کے بجائے کتا ہوتا تو۔'' حمید نے کہا۔

''کتے کی دوسری بات ہے۔''

''تو بکرے کی تیسری کیوں ہے۔''

''تم عجیب آدمی ہو۔''

''تم مجھ سے بھی زیادہ عجیب ہو لیکن میں تمہیں آدمی نہیں کہہ سکتا کیونکہ دنیا کا ہر آدمی معقولیت پسند ضرور ہوتا ہے۔ جب کتے ساتھ رکھے جا سکتے ہیں تو بکرے کیوں نہیں رکھے جا سکتے۔''

''بکرا تمہارے کسی دشمن سے تمہاری جان نہیں بچا سکتا۔''

''دشمن سے مقابلہ کرنے کیلئے میرے بازو کافی ہیں۔ لیکن کتا میرا پیٹ نہیں بھر سکتا۔''

''بکرا کیسے بھر سکتا ہے۔''

''میں اسے ذبح کر کے کھا سکتا ہوں اور اسکی وجہ سے کوئی بکری مجھ پر مہربان ہو سکتی ہے۔''

''بکری کے مہربان ہونے سے کیا ہوگا۔'' صوفیہ ہنس پڑی۔

''وہ مجھے اپنا دودھ پینے دے گی۔''

''چلو......! میں اسے ساتھ نہیں لے جانے دوں گی۔''

''خیر......!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''تمہاری مرضی۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا......!''

''کچھ نہیں، تم کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔ چلو بیٹھو گاڑی میں۔''

وہ دونوں جیپ میں آ بیٹھے۔ حمید نے انجن اسٹارٹ کیا اور پھر گاڑی چل پڑی۔

''اگر تمہاری ماں بھی یہاں پہنچ گئیں تو کیا ہوگا۔'' حمید نے کہا۔

''نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔''

''کیوں نہیں ہو سکتا۔ وکیل سے تمہیں پتہ معلوم ہوا تھا۔ وکیل ہی انہیں بھی بتا سکتا ہے۔''

''نہیں.... مسٹر صمدانی مجھے بیٹی کی طرح عزیز رکھتے ہیں۔ میں نے ان سے استدعا کی ہے کہ وہ ممی کو اس کے متعلق کچھ نہ بتائیں۔ پاپا سے ان کے دوستانہ تعلقات بھی ہیں، اس لئے وہ ممی کو بالکل پسند نہیں کرتے۔''

''اگر آ گئیں تو پھر تمہیں پٹنا پڑے گا۔'' حمید ہنسنے لگا۔

''میرا مضحکہ نہ اڑاؤ۔'' صوفیہ گلوگیر آواز میں بولی۔

''معاف کرنا۔ میں نے یونہی کہا تھا۔ تمہاری ممی کی درندگی مجھے بھی ناپسند ہے۔''

لیکن صوفیہ کے چہرے پر پھر اضمحلال طاری ہو گیا تھا۔ حمید سوچنے لگا کہ اس نے بُرا کیا۔ اس سے پہلے وہ بڑے اچھے موڈ میں تھے۔

''تمہاری دانست میں ہمیں کہاں سے شروعات کرنی چاہئے۔'' حمید نے کہا۔

''پوسٹ آفس سے۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔ ''فی الحال ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ ان کی ڈاک پوسٹ ماسٹر کے توسط سے آتی ہے۔ مگر ممکن ہے آپ اس سے زیادہ جانتے ہوں۔''

''نہیں......میری معلومات بھی اتنی ہی ہیں جتنی صمدانی سے حاصل ہو سکتی تھیں۔''

صوفیہ کچھ نہ بولی۔ پھر وہ ذرا ہی سی دیر میں بستی میں داخل ہو گئے۔ یہ حقیقتاً ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ اُسے غیر ترقی یافتہ قصبہ قرار دینا زیادتی ہی ہوتی۔ یہاں دو ایک اچھے اور صاف ستھرے ہوٹل بھی تھے۔ ایک چھوٹا سا پاور ہاؤس تھا۔ دو سینما ہال تھے۔ دو ہائی اسکول تھے اور ایک

انٹرمیڈیٹ کالج تھا۔

اکثر جگہ عمارتیں بھی شاندار نظر آئیں۔ لیکن وہاں کا پوسٹ آفس دیکھ کر حمید کو مایوسی ہوئی۔ وہ پوسٹ آفس سے زیادہ کسی کباڑی کا گودام معلوم ہو رہا تھا۔ دو ایک پوسٹ مین بیٹھے ڈاک چھانٹ رہے تھے اور بقیہ میزوں پر یا تو طبلہ بجا رہے تھے یا بیڑیوں کے دھوئیں کے بادل منہ سے نکالتے ہوئے نمپیں ہانک رہے تھے۔ کاؤنٹر کلرکوں کی حالت ان سے بھی بدتر تھی کیونکہ وہ کام بھی کر رہے تھے اور اپنے دوستوں سے نمپیں بھی لڑا رہے تھے۔ پبلک ٹیلی فون کے قریب حمید کو کئی لڑکیاں نظر آئیں۔ ممکن ہے کاؤنٹر کلرک کے دوست وہاں نظارہ بازی ہی کیلئے اکٹھے ہوئے ہوں۔

پوسٹ ماسٹر کی میز اس بڑے کمرے کے وسط میں تھی اور اس کا انداز کچھ ایسا ہی تھا جیسے وہ کم از کم ایک درجن شریر اور نالائق بچوں کی ماں ہو۔ کبھی وہ کسی کو ٹوکتا کبھی کسی کو ہدایت دیتا اور کبھی سامنے پڑے ہوئے رجسٹر کی ورق گردانی کرنے لگتا۔ کاؤنٹر کلرک اور ان کے دوستوں کی طرف بھی نظر اٹھتی اور پھر وہ ٹیلی فون کے قریب کھڑی ہوئی لڑکیوں کو تشویش کی نظروں سے دیکھنے لگتا۔ وہ بوڑھا تھا اور اس کے سر کے بال بھی برف کی طرح سفید تھے۔ اس کی آنکھیں ایمانداروں کی سی تھیں، جن میں اپنے نالائق ماتحتوں کیلئے تشویش اور ہمدردی پائی جاتی تھی۔

حمید نے دروازے ہی پر رک کر اس سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

''تشریف لائیے...... تشریف لائیے۔'' وہ اٹھتا ہوا بولا اور دوسری لڑکیوں کو گھورتی ہوئی آنکھیں صوفیہ کی طرف مڑ گئیں۔ صوفیہ ایک یوریشین عورت کی لڑکی تھی۔ اس لئے خود بھی یوریشین ہی معلوم ہوتی تھی۔

حمید نے پروفیسر نجمی کے متعلق پوچھ گچھ شروع کی۔

''جی ہاں!'' پوسٹ ماسٹر نے کہا۔ ''ایک صاحب ہیں جو اسی طرح اپنے خطوط اور منی آرڈر منگواتے ہیں۔ جی ہاں...... دبلے پتلے سے بہت بڑی بڑی مونچھوں والے۔''

''اور اکثر ان کے ساتھ ایک انگریز عورت بھی ہوتی ہے۔'' ایک کلرک نے کہا جو دوران گفتگو میں ان کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔

''انگریز عورت۔'' حمید نے حیرت سے دہرایا۔

''جی ہاں۔''

حمید سوچ میں پڑ گیا۔ پھر دفعتاً اس نے پوچھا۔ ''کیا آپ اس عورت کا حلیہ بتا سکتے ہیں۔''

''عورت کا حلیہ......!'' کلرک اپنا سر کھجاتا ہوا بولا۔ ''دیکھئے جناب۔'' وہ مسکرایا۔ ''میری دانست میں عورت کا حلیہ صرف یہی ہوسکتا ہے کہ......!''

''کہ وہ بہت حسین ہوتی ہے۔'' حمید اس کی بات کاٹ کر مسکرایا۔

''چلئے یہی سہی۔'' کلرک جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولا۔

دفعتاً حمید کے ذہن میں ایک شبہے نے سر ابھارا اور وہ جیبیں ٹٹولنے لگا۔

اُسے یاد آ گیا کہ ڈوروتھی کی ایک تصویر اس کی جیب میں پڑی ہوگی۔ اس نے تصویر نکالی اور کلرک کو دکھاتا ہوا بولا۔

''کیا یہی عورت تھی۔''

''او......جج......جی ہاں......بالکل بالکل۔''

پوسٹ ماسٹر نے بھی تصویر دیکھ کر اس کے بیان کی تصدیق کی۔

''وہ پچھلی بار یہاں کب آئے تھے۔'' حمید نے پوچھا۔

''ہاں......دیکھئے ٹھہریئے۔'' پوسٹ ماسٹر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''شاید تین یا چار دن گزرے۔''

''کیا یہ عورت ساتھ تھی۔''

''نہیں تنہا تھے۔'' کلرک بول پڑا۔

''کیا آپ انہیں اطلاع دلواتے ہیں کہ ان کی ڈاک آئی ہے۔''

''نہیں جناب......!'' پوسٹ ماسٹر نے کہا۔ ''وہ خود ہی آتے ہیں۔ مجھے علم نہیں ہے کہ ان کا قیام کہاں ہے۔''

''آپ ذرا ایک منٹ کے لئے ادھر آیئے۔'' حمید نے پوسٹ ماسٹر کو باہر چلنے کا اشارہ کیا اور صوفیہ سے بولا۔ ''تم یہیں ٹھہرو۔''

پوسٹ ماسٹر اور وہ برآمدے میں آئے۔

"فرمائیے جناب۔" پوسٹ ماسٹر نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

حمید نے جیب سے اپنا کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

کارڈ پر نظر ڈالتے وقت پوسٹ ماسٹر کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"اوہ...... جناب......!" وہ کارڈ واپس کرتا ہوا بولا۔ "کوئی گڑبڑ ہے۔"

"آپ بھی سرکاری آدمی ہیں۔ یہ بات اپنی ہی ذات تک محدود رکھئے گا۔ ہمارے محکمے کو اس آدمی کی تلاش ہے۔ یہ جب بھی آئے اسے یہاں روک کر کوتوال شہر کو فون کر دیجئے گا۔ پیغام میں آپ صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں "بڑی مونچھیں کیپٹن حمید"۔ اس کے بعد آپ کو اسے اس وقت تک روکے رکھنا پڑے گا جب تک کہ پولیس نہ آجائے۔"

"میں کیسے روکوں گا جناب۔" پوسٹ ماسٹر کچھ خوف زدہ سا نظر آنے لگا۔

"یہاں آپکے پاس اتنے آدمی ہیں اور آپ ایک دبلے پتلے آدمی کو نہ روک سکیں گے۔"

"اگر اس نے فائر کر دیا تو۔"

"اوہ گھبرائیے نہیں۔ وہ کوئی بدمعاش نہیں ہے۔ ایک شریف آدمی ہے۔ بس ویسے ہی میرا محکمہ اُس سے کچھ معلوم کرنا چاہتا ہے۔ آپ اگر اسے اتنی دیر باتوں ہی میں لگائے رکھیں گے تو کام بن جائے گا۔"

"اچھی بات ہے جناب میں پوری پوی کوشش کروں گا۔"

"اچھا...... کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ اس کی ڈاک کئی دن تک پڑی رہ گئی ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ وہ یا تو اسی دن پہنچ گئے ہیں جس دن ڈاک پہنچتی ہے یا دوسرے دن۔ تیسرا دن تو میری یادداشت میں کبھی ہوا ہی نہیں۔ یہ سب کچھ مجھے اس لئے یاد ہے کہ میں اسے ایک حیرت انگیز بات سمجھتا ہوں۔ آخر انہیں کس طرح علم ہو جاتا ہے کہ آج ہی ان کی ڈاک پہنچی ہے۔"

"آپ نے اس سے اس کے متعلق پوچھا ضرور ہوگا۔"

''جی پوچھا تھا۔ لیکن انہوں نے بڑی لاپروائی سے جواب دیا تھا کہ اتفاقات ہیں۔''

''خیر اب آپ خیال رکھئے گا۔''

''یقیناً خیال رکھوں گا جناب۔''

وہ پھر کمرے میں واپس آ گئے۔ صوفیہ حمید کو شبہے کی نظر سے دیکھ رہی تھی۔

''آؤ چلیں۔'' حمید نے اُسے کہا۔

وہ پھر گاڑی میں آ بیٹھے اور صوفیہ نے پوچھا۔ ''تم اسے باہر کیوں لے گئے تھے۔''

''نہیں بتاتا کم بخت۔''

''کیا مطلب......؟''

''میں کوشش کر رہا تھا کہ وہ پروفیسر کا پتہ بتا دے لیکن کم بخت نے نہیں بتایا۔''

''ممکن ہے وہ جانتا ہی نہ ہو۔''

''یہ کیسے ممکن ہے۔ پھر آخر پروفیسر کو اطلاع کیسے ہوتی ہے کہ ان کی ڈاک آئی ہے۔ پوسٹ آفس کا کوئی نہ کوئی آدمی انہیں ضرور اطلاع دیتا ہے۔''

''پھر کیا یہ ضروری ہے کہ وہ پوسٹ ماسٹر ہی ہو۔''

''چھوڑو! کوئی اور بات کرو۔ مجھے یقین ہے کہ میں ان کا سراغ پالوں گا۔''

''اور کیا بات کروں......میں جلد سے جلد پاپا کے پاس پہنچ جانا چاہتی ہوں۔ وہ کتنے اچھے ہیں۔ میں بیان نہیں کر سکتی۔ ممی ہمیشہ ان پر زیادتیاں کرتی رہی ہے۔''

''اگر تمہاری ممی کو سزا ہو گئی تو۔''

''اوہ......تو کیا یہ سچ بھی ہو سکتا ہے......میرے خدا۔ کیا سچ مچ انہوں نے اُسے مار ڈالا ہوگا۔''

''تم خود ہی کہہ رہی تھیں کہ وہ غصے میں پاگل ہو جاتی ہیں۔''

''ہاں......میں نے کہا تھا......لیکن یقین کر لینے کو دل نہیں چاہتا کہ ایسا ہوا ہوگا۔'' صوفیہ نے کہا۔ پھر تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔ ''ہٹاؤ اس تذکرے کو میرا سر چکرانے لگتا ہے......کوئی اور بات کرو۔''

''میں خود ہی کہہ رہا تھا کہ اس تذکرے کو ختم کردو۔ غلطی تمہاری ہی ہے۔ اگر بکرے کو ساتھ لائی ہوتیں تو تمہارا دل بھی بہلتا۔''

''مجھے بکروں سے نفرت ہے۔''

''اس کے باوجود بھی وہ تمہارا دل بہلاتا۔'' حمید نے کہا۔ ''جب وہ کسی بکری کو آنکھ مارتا تو تم بے حد خوش ہوتیں۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔'' صوفیہ جھینپ گئی۔

''ہاں! یقین کرو۔ اکثر بکری والے میرے پاس اس کی شکایت لائے ہیں۔''

''تم مجھے اچھے خاصے مداری معلوم ہوتے ہو۔''

''لیکن بکرے کا خیال ہے کہ میں قوم کا خادم ہوں۔'' حمید نے کہا۔ ''کل سے میں بکرا سدھار کی اسکیم شروع کرنے جارہا ہوں۔''

صوفیہ کچھ نہیں بولی۔ وہ شاید ہنسنے کے موڈ میں تھی ہی نہیں۔

حمید روپ نگر کے مختلف حصوں میں جیپ دوڑاتا رہا اور ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر وہ صوفیہ کو ایک ہوٹل میں چھوڑ کر روپ نگر کی کوتوالی کی طرف چل پڑا۔ صوفیہ سے اس نے کہا تھا کہ وہ اس کے لئے ایک سہیلی کی تلاش میں جارہا ہے۔ پتہ نہیں صوفیہ نے اس پر یقین کیا تھا یا نہیں لیکن وہ کچھ بولی بھی نہیں تھی۔ حمید نے مکرر کہا تھا کہ وہ اس کے دوست کی بہن ہے اور یہیں ایک گرلز اسکول میں پڑھاتی ہے۔ اگر وہ مل گئی تو تینوں کا وقت اچھا گزرے گا۔''

کوتوالی پہنچ کر اس نے انچارج کو حالات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ پوسٹ ماسٹر کی طرف سے پیغام ملتے ہی اُسے بڑی ہوشیاری سے پروفیسر نجمی کو قابو میں کرنا ہوگا۔

اس کے بعد اس نے کوتوالی ہی سے فریدی کو ٹرنک کال کی۔ پھر تقریباً چھ منٹ تک فون پر گفتگو ہوتی رہی۔ فریدی نے بتایا کہ حمید کی رپورٹ اس کے لئے اطمینان بخش اور معنی خیز تھی۔ لیکن اس سے زیادہ اس نے اور کچھ نہیں کہا۔

اس نے حمید کو تین دن دیئے جنہیں وہ پروفیسر کی تلاش میں صرف کرسکتا ہے۔

ہوٹل واپس آکر حمید نے صوفیہ کو اطلاع دی کہ اس کی وہ ملنے والی جس کی تلاش میں وہ گیا تھا ایک ہفتے کی چھٹی پر شہر چلی گئی ہے۔صوفیہ نے اس معاملے پر مزید رائے زنی نہیں کی۔

''کیا خیال ہے۔'' حمید نے کہا۔'' کیوں نہ ہم یہیں کسی ہوٹل میں چلے آئیں۔''

''نہیں مجھے ڈاک بنگلے کی پرسکون فضا بہت پسند ہے۔'' صوفیہ نے جواب دیا۔

''ہاں......!'' حمید نے ایک طویل سانس لی۔'' چاروں طرف حسین مناظر بکھرے پڑے ہیں۔''

''چلو وہیں چلیں۔ میں یہاں اکتاہٹ محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے کھلی ہوا اور سناٹے سے پیار ہے۔''

''میں نے ایک بار کھلی ہوا کو پیار کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مجھے منہ کے بل نیچے چلا آنا پڑا۔ اس دن یہ بات میری سمجھ میں آئی تھی کہ کھلی ہوا کو پیار کرنے سے پہلے ایک عدد پیراشوٹ کا انتظام ضرور کر لینا چاہئے۔''

''پتہ نہیں تم کیا کہہ گئے۔ میں نے کچھ نہیں سنا۔''

''غالباً تم اس وقت خود کو کھلی ہوا میں محسوس کر رہی ہو۔''

''نہیں بتاؤ کیا کہہ رہے تھے۔''

''ہام......!'' حمید نے پھر ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔''میں یہ کہہ رہا تھا کہ کھلی ہوا واقعی بہت اچھی چیز ہے۔ کیا تم نے کبھی کھلی ہوا میں پتنگ اڑانے کی کوشش کی ہے۔''

''یا تو تم بہت بڑے فلسفی ہو یا بالکل احمق۔ تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔''

''حالانکہ بکرے بھی میری باتیں سمجھ لیتے ہیں۔''

''تب تم بھی بکرے ہی ہو گے۔'' صوفیہ نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور پھر معلوم ہوا جیسے یک بیک اسے سکتہ سا ہو گیا۔ اس کی نظر سامنے والی لمبی راہداری کی طرف تھی۔

''کیا بات ہے۔'' حمید بوکھلا گیا۔

''پاپا'' اس نے آہستہ سے کہا پھر اس طرح اٹھی جیسے کرسی نے اُسے اچھال دیا ہو۔ وہ تیر کی طرح راہداری میں چلی جا رہی تھی۔ پھر حمید نے اُسے آخری سرے والے دروازے میں رکتے دیکھا۔

چھلاوہ

یہ دروازہ دوسری جانب سڑک پر کھلتا تھا اور اس وقت بھی کھلا ہی ہوا تھا۔ حمید نے صوفیہ تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آں......!" وہ چونک پڑی۔ چند لمحے حمید کی طرف دیکھتی رہی پھر جلدی جلدی کہنے لگی۔ "وہ پاپا ہی تھے۔ میں نے صاف پہچانا تھا۔ وہ اسی راہداری کے کسی کیبن سے نکلے تھے اور پھر اس دروازے سے باہر چلے گئے۔"

"آخر ان میں کون سی خصوصیت ہے جس کی بناء پر کوئی انہیں نظر انداز نہیں کرسکتا۔"

"ان کی مونچھیں......" صوفیہ نے ایک طویل سانس کے ساتھ کہا۔ "ان کے دُبلے پتلے چہرے پر وہ ضرورت سے زیادہ بڑی مونچھیں عجیب لگتی ہیں۔"

"ٹھہرو...... میں اس ویٹر سے پوچھتا ہوں جو ان کیبنوں میں سرو کر رہا تھا۔" حمید نے تیزی سے قدم بڑھائے اور ویٹر کو جالیا۔ جو شاید کچن کی طرف جا رہا تھا۔

"کیا یہاں بڑی مونچھوں والے کوئی صاحب تھے۔ لمبے سے دُبلے پتلے۔"

"جی ہاں تھے۔"

"کیا وہ یہاں اکثر آتے رہتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ اکثر تشریف لاتے ہیں۔" ویٹر نے کہا اور استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"وہ میرے والد ہیں۔ گھر سے لڑ کر چلے آئے ہیں۔" حمید نے مغموم آواز میں کہا۔

"آپ ان سے ملنا چاہتے ہیں۔" ویٹر نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں بھئی کیوں نہیں۔"

"تو پھر آج شام کو آجایئے۔ وہ جب بھی دوپہر کا کھانا یہاں کھاتے ہیں رات کا بھی لازمی طور پر یہیں کھاتے ہیں۔"

''اوہ......بھئی بہت بہت شکریہ۔'' حمید نے جیب سے پانچ کا ایک نوٹ نکال کر ویٹر کی جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا۔ مگر انہیں اس کا علم نہ ہونے پائے کہ میں ان کی تلاش میں آیا ہوں۔ ورنہ وہ یہاں ایک سیکنڈ بھی نہ ٹھہریں گے۔''

''نہیں جناب آپ مطمئن رہئے ایسا نہ ہو سکے گا۔''

''لیکن اگر وہ آج شام کو نہ آئے تو۔''

''ابھی تک تو یہی ہوتا آیا ہے جناب کہ وہ جب بھی دوپہر کو تشریف لاتے ہیں تو شام کو بھی ضرور یہیں کھانا کھاتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے......تو میں یہاں کس وقت آ جاؤں۔''

''یہی سات بجے تک۔'' ویٹر نے کہا۔

حمید اس کے چلے جانے کے بعد وہیں کھڑا رہا۔

''کیوں کیا بات ہے۔'' صوفیہ نے پوچھا۔ ان کی گفتگو اس نے نہیں سنی تھی۔ گفتگو کے دوران وہ سرے والے دروازے ہی پر کھڑی ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

''تمہارا خیال درست تھا۔ وہ تمہارے پاپا ہی تھے۔'' حمید نے جواب دیا۔

''تھے نا......میں انہیں پہچاننے میں غلطی نہیں کر سکتی۔ مگر وہ اتنی جلدی کہاں غائب ہو گئے۔''

''کیا تم نے انہیں دروازے سے باہر نکلتے دیکھا تھا۔''

''میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی۔ ایک لحظہ کے لئے پلکیں جھپک گئی تھیں لیکن وہ دروازے کے قریب ضرور نظر آئے تھے۔ مجھے یقین ہے۔''

حمید پھر دروازے کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر رک گیا۔ دروازے کے قریب بائیں جانب پیشاب خانہ تھا۔

''اوہ......!'' حمید صوفیہ کی طرف مڑا۔ وہ بھی شاید معاملہ کی تہہ تک پہنچ رہی تھی۔

''ہو سکتا ہے۔'' حمید بولا۔ مگر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اس نے پیشاب خانے کے کیواڑوں کو دھکا دیا جو نہایت آسانی سے کھل گئے۔ دوسری طرف بھی دروازہ نظر آیا جس کے پاٹ

خفیف سے کھلے ہوئے تھے۔ حمید نے اندر گھس کر انہیں بھی کھول دیا۔ دوسری طرف ایک پتلی سی گلی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ پھر اپنی میز پر آ بیٹھے۔ حمید کہہ رہا تھا۔ ''وہ پیشاب خانے میں گھس کر اسی گلی سے نکل گئے۔''

''مگر کیوں؟ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔'' صوفیہ بولی۔

''شاید انہوں نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔''

''اوہ.....تو کیا وہ مجھ سے بھی دور رہنا چاہتے ہیں۔'' صوفیہ نے دردناک آواز میں کہا۔

''اس کا جواب وہ خود ہی دے سکیں گے۔'' حمید نے کہا اور ایک ویٹر کو قریب بلا کر لنچ کے لئے ہدایت دینے لگا۔

''میں کیا کروں۔'' صوفیہ پیشانی رگڑتی ہوئی بولی۔

حمید نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور شاید اس کے رویہ نے بھی صوفیہ کو تھوڑی سی تکلیف پہنچائی۔ کچھ دیر بعد حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ بات میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وہ اس طرح دور دور رہنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں۔ میں نے مانا کہ ان کی مشینوں کے پرزے چوری ہو جاتے ہیں۔ لیکن کیا وہ اپنی مشینوں کے نمونے جیب میں لئے پھرتے ہیں۔ مشینوں کے نمونے آدمیوں سے بھاگے بغیر بھی پوشیدہ رکھے جاسکتے ہیں اور پھر تم تو ان کی لڑکی ہی ہو۔ کیا وہ تم پر بھی اعتماد نہیں کر سکتے۔''

''خدا جانے......میں سب کچھ سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔''

''نہیں شائد تم ان چوروں سے دوستی رکھتی ہو جو ایک بار پہلے بھی ان کی ایک مشین کا نمونہ چرا کر اپنے نام سے پیٹنٹ کرا چکے ہیں۔''

''پتہ نہیں تم کیا بات کر رہے ہو۔'' صوفیہ نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ''تم اس طرح ہمارا مضحکہ نہ اڑاؤ۔''

''خیر اب میں اس کے متعلق کوئی گفتگو نہ کروں گا۔'' حمید نے رومان کر کرا ہوتے دیکھ کر

شکست تسلیم کرلی۔

لنچ کے بعد وہ پھر ڈاک بنگلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ حمید نے صوفیہ کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ حمید دل ہی دل میں پروفیسر کو گالیاں دینے لگا جس نے اس طرح اچانک ظاہر ہو کر اس کی تفریح برباد کردی تھی۔ اس کی دانست میں اب صوفیہ کو موڈ میں لانا بہت مشکل کام ہو گیا تھا۔

وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے جیپ ڈرائیو کرتا رہا۔

''دیکھو ایک بات سمجھ میں آرہی ہے۔'' صوفیہ نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی سی آواز میں کہا۔

''کیا......؟''

''پاپا...... مجھے نہیں بلکہ تمہیں دیکھ کر اس طرح چلے گئے۔''

''کیوں......انہوں نے کوئی جرم کیا ہے؟'' حمید آنکھیں نکال کر بولا، مگر پھر سنبھل گیا۔ اسے خیال آ گیا کہ یہ طرز تخاطب اس کا موڈ خراب کردے گا لہٰذا اس نے کہا ''اوہ اچھا میں سمجھ گیا۔ وہ اس لئے کہ پولیس کے سامنے نہیں آنا چاہتے کہ کہیں ان کا کام کچھ دنوں کے لئے رک نہ جائے۔ غالباً وہ اپنی مشین مکمل کر لینے کے بعد ہی پولیس سے رابطہ قائم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ٹھیک بھی ہے۔ پتہ نہیں یہ چکر کب تک چلتا رہے اور انہیں ادھوری مشین کو مکمل کرنے کا موقع نہ مل سکے۔''

''ہاں......!'' صوفیہ کا چہرہ کھل گیا۔ ''میں بھی یہی کہنا چاہتی تھی۔''

''تو اس میں فکر کی کیا بات ہے۔ میں ان سے صرف دو یا تین باتیں پوچھوں گا۔ اس کے بعد یہ بھول جاؤں گا کہ کبھی ان سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔''

''تم بہت اچھے ہو۔'' صوفیہ نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''مگر یہ پاپا لوگ ہوتے ہیں پکے فراڈ۔''

''کیا مطلب......؟''

''میں تمہارے پاپا کو نہیں کہہ رہا ہوں۔ اس وقت مجھے اپنا پاپا یاد آ رہا ہے۔''

''کیوں.....؟'' صوفیہ نے حیرت سے کہا۔ ''تم بڑی بدتمیزی سے ان کا تذکرہ کررہے ہو۔''

''کیا کروں.....ان کی ذات سے کچھ ایسی تلخ یادیں وابستہ ہیں۔''

''کیا وہ بہت ظالم تھے۔''

''یقیناً.....اتنے ظالم کہ آج تک شادی کرنے کی ہمت مجھ میں نہیں پیدا ہوسکی۔''

''تم مجھے پہیلیاں نہ بجھایا کرو۔''

''ان کی تین بیویاں تھیں اور ساڑھے چار درجن بچے، جن میں سے ایک میں ہوں۔ مجھے وہ سب بچے آج بھی یاد ہیں۔ جس وقت وہ سب بچے پیار پر آمادہ ہوتے پاپا کو جان چھڑانی مشکل ہوجاتی۔ آخر ایک دن تنگ آکر انہوں نے کنوئیں میں چھلانگ لگادی۔ تینوں بیویوں میں جنگ چھڑ گئی۔ ہر ایک دوسری پر الزام رکھتی کہ اسی کے بچوں سے تنگ آکر پاپا یہ نیک کام کر بیٹھے ہیں۔ پاپا اس وقت تک کنویں میں زندہ تھے۔ اچانک یہ تینوں کنوئیں پر پہنچ گئیں اور لگیں چیخ چیخ کر پوچھنے کہ قصور کس کے بچوں کا تھا..... پاپا نے چیخ کر کہا ارے پہلے مجھے نکالو پھر میں بتاؤں گا کہ قصور دراصل ایک اشتہار باز یونانی دواخانے کا ہے مگر ان تینوں نے نہ سنی۔ جب بات زیادہ بڑھی تو ان تینوں نے بھی ایک ساتھ کنوئیں میں چھلانگ لگادی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھر دوسری بار پاپا نہ ابھر سکے۔ وہ چار لاشیں مجھے اب بھی یاد ہیں اور اب میں سوچتا ہوں کہ پہلے ایک کنواں تیار کرالوں پھر شادی کروں۔ کیا خیال ہے۔''

''بہت شریر ہو'' صوفیہ ہنستی ہوئی بولی۔ ''کیا واقعی تم نے ابھی تک شادی نہیں کی۔''

''نہیں.....ابھی میرے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے کہ ایک کنواں کھدوا سکوں۔''

''تم ایک کھلنڈرے آدمی معلوم ہوتے ہو، ایسے لوگ کبھی شادی نہیں کرتے۔''

''ارے جاؤ.....ہٹلر جیسا کھلنڈرا آدمی بھی بیوی نہ سہی محبوبہ تو رکھتا ہی ہوگا۔''

''اور تم.....کیا تمہاری ایک درجن سے کم محبوبائیں ہوں گی۔''

حمید نے ایک زوردار قہقہہ لگایا دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔ ''تم ابھی تک اسی غلط فہمی میں مبتلا تھیں۔ ارے مجھے آج تک محبوبہ تو کیا اس کی کتیا بھی نصیب نہیں ہوئی۔ ویسے ملتی تو بہت

ہیں مگر دو چار دن سے زیادہ کوئی نہیں ٹھہرتی۔ میں انہیں بور معلوم ہونے لگتا ہوں اور پھر وہ کوئی نہ کوئی بہانہ تراش کر کھسک جاتی ہیں۔ ابھی کچھ ہی دن پہلے ایک لڑکی سے ملاقات ہوئی تھی وہ چار دن تک ملتی رہی کہیں ایک دن اتفاق سے باتوں ہی باتوں میں میں نے کہہ دیا کہ مجھے لنگڑا کر چلنے والی لڑکیاں پسند نہیں ہیں۔ بس دوسرے ہی دن سے اس نے لنگڑانا شروع کر دیا۔"

صوفیہ ہنسنے لگی اور پھر بولی۔ "تم مجھے بیوقوف کیوں بنا رہے ہو۔"

"سب لڑکیاں یہی کہتی ہیں اور میں غصے سے پاگل ہو جاتا ہوں۔"

صوفیہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ جیپ ڈاک بنگلے کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ یہاں ملازم ہاتھ میں ایک ڈنڈا لئے حمید کے بکرے کو دوڑاتا پھر رہا تھا۔

"او عقل کے دشمن کیا ہو رہا ہے۔" حمید دہاڑا۔

نوکر رک گیا اور اس نے کہا۔ "ارے صاحب کیاریاں برباد کر دیں اس نے۔"

"تو ڈنڈا لے کر......؟"

"پھر کیا کروں صاحب۔" نوکر نے بیزاری سے کہا۔

"کبھی کسی پڑھے لکھے اور سلیم الطبع بکرے سے سابقہ پڑا ہے۔"

"سلیم صاحب بکرے نہیں پالتے۔" نوکر نے اور زیادہ بیزاری سے کہا۔

"کون سلیم صاحب۔" حمید نے جیپ سے اترتے ہوئے کہا۔

"وہی......ڈبلوڈی کے اُوسیار۔"

"ڈبلوڈی کے اُوسیار۔" حمید نے پلکیں جھپکائیں۔ "یہ کیا چیز ہے گا۔"

"وہی جو سڑکیں بنواتے ہیں۔"

"خدا غارت کرے......ارے وہ پی ڈبلیوڈی کا اُوورسیئر ہوگا۔"

"ہاں...... ہاں.....اوا ور سیّر، مجھے ٹھیک سے نہیں یاد رہتا۔"

"اوورسیئر......!" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"ہوگا کچھ صاحب۔ مجھ سے نہیں بنتا۔" نوکر بالکل ہی بیزار نظر آنے لگا۔

''بہر حال یہ ایک خاندانی بکرا ہے سمجھے۔ آئندہ تم ایسی بدتمیزی سے پیش نہ آنا۔''

''صاحب لوگ کہتے ہیں باغ لگاؤ...... آپ بکرا ساتھ لائے ہیں۔''

حمید نے بکرے کا کان پکڑا اور اسے اندر لیتا چلا آیا۔

''کیوں بے۔'' وہ اس کے منہ پر تھپڑ مارتا ہوا بولا۔ ''تجھے کیا ہوگیا۔ شاعری کرتے کرتے پھول پتے چبانے لگے۔'' پھر صوفیہ کی طرف مڑ کر بولا۔ ''سنا تم نے یہ کہہ رہا ہے...... کہتا ہے کم بخت کہ حسن چبانے کے لئے ہے دیکھنے کے لئے نہیں۔''

''تم شاید زیادہ کھا گئے ہو۔'' صوفیہ جل کر بولی۔ ''اب کچھ دیر آرام کرلو۔ ورنہ دماغ بالکل ہی الٹ جائے گا۔''

شاید اب وہ بھی ہنستے ہنستے مضمحل ہوگئی تھی اور فی الحال حمید سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔ حمید لباس تبدیل کر کے برآمدے میں چلا آیا۔ صوفیہ کمرے میں ہی پڑی اونگھتی رہی۔

حمید دراصل اس کا دھیان بٹانے کے لئے اس قسم کی بکواس کرتا رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اس کی مغموم آنکھیں اسے اپنے لئے تکلیف دہ معلوم ہونے لگی تھیں، لہٰذا وہ چاہتا تھا کہ وہ کسی وقت بھی مغموم نہ نظر آئے۔

یہ سلسلہ ختم ہوتے ہی ایک بار پھر ڈوروتھی کے قتل کا کیس اس کے ذہن میں ہیجان برپا کرنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر پروفیسر نے اس طرح ڈاج دے کر نکل جانے کی کوشش کیوں کی تھی۔ کیا اُسے خوف نہیں ہے کہ ان حالات میں پولیس اس پر بھی شبہ کرسکتی ہے۔

فریدی اور صمدانی کی ہدایات اس تک پہنچ جانے کے بعد بھی اس کا یہ رویہ ذہنی توازن کی خرابی کی طرف اشارہ کرسکتا ہے۔ یا پھر وہ حقیقتاً مجرم ہی تھا۔ ہوسکتا ہے ڈوروتھی کی اصلیت معلوم ہوجانے کے بعد اسے اس پر اتنی ہی شدت سے غصہ آیا ہو کہ اس نے اسے قتل ہی کردیا ہو۔ لیکن یہاں تک سوچنے کے بعد پروفیسر کی بیوی ایک سوالیہ نشان بن کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اگر پروفیسر ہی ڈوروتھی کا قاتل ہے تو پھر یہ عورت کس قسم کا رول ادا کررہی ہے۔ اس نے لاڈیل کے بیان میں ترمیم کرانے کی کوشش کیوں کی اور پھر ایسی صورت میں جبکہ

وہ خود بھی واردات والی رات کو اسی وقت ہوٹل ڈی فرانس سے غائب رہی تھی جس وقت ڈوروتھی کا قتل ہوا تھا۔ پھر اس لڑکی کا بیان ہے کہ وہ غصے کی حالت میں کسی کو قتل بھی کر سکتی ہے۔

حمید سوچتا رہا اور الجھنیں بڑھتی رہیں۔ لنچ کے بعد سچ مچ وہ معدے میں کچھ گرانی سی محسوس کرنے لگا تھا۔ وہ آرام کرسی میں پڑے پڑے سو گیا۔ پتہ نہیں وہ کب تک سوتا رہا۔ اگر صوفیہ اسے جھنجھوڑ کر نہ جگاتی تو شاید وہ رات تک سوتا ہی رہ جاتا۔

''اوہ تم سو رہے ہو۔ دیکھو چھ بج گئے ہیں، ہمیں سات بجے ہوٹل میں پہنچ جانا چاہئے۔''

حمید اٹھ بیٹھا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ ''میرا خیال ہے کہ میں تمہارے پاپا کے سامنے نہ ہی آؤں۔''

''پھر کیسے کیا ہوگا۔''

''تم ہال میں ٹھہرنا اور میں باہر رہوں گا۔ ورنہ اگر وہ اس وقت بھی ڈاج دے کر نکل گئے تو کیا ہوگا۔''

''تم اٹھو بھی تو...... لباس تبدیل کرو۔ وہ سب کچھ گاڑی میں بیٹھ جانیکے بعد سوچا جائیگا۔''

حمید نے جلدی جلدی غسل کیا اور لباس تبدیل کرنے لگا۔ شاید وہ بہت دنوں بعد دوپہر کو سویا تھا۔ اسی لئے اس کی طبیعت کچھ کسلمندی سی ہو گئی تھی۔ پھر بھی حمید اس موقعے کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔

اس نے کپڑے تبدیل کر کے ریوالور جیب میں ڈالا اور قصبے کی طرف جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ صوفیہ بہت زیادہ مضطرب نظر آ رہی تھی۔

اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''ہاں یہ تجویز بہت معقول ہے کہ میں ہال میں ٹھہروں گی اور تم باہر انتظار کرو گے۔ لیکن خدارا...... پاپا کے سلسلہ میں وہی کرنا جو تم پہلے کر چکے ہو!''

مصیبت آئی

وہ دونوں ساڑھے چھ بجے بستی میں پہنچ گئے لیکن حمید نے وہاں پہنچتے ہی ہوٹل کا رخ نہیں

کیا۔ اس نے کہا کہ انہیں سات بجے سے پہلے وہاں نہ جانا چاہئے۔ سات بجے تک اندھیرا بھی پھیل جاتا اور حمید کو باہر سے نگرانی کرنے میں دشواری نہ ہوتی۔

وہ سات بجنے کے انتظار میں شہر کی سڑکوں کے چکر لگانے لگے۔ ایک جگہ حمید نے اتر کر ایک جنرل اسٹور سے پرنس ہنری کا تمباکو خریدا اور پھر گاڑی کی طرف واپس آ ہی رہا تھا کہ اچانک روپ نگر کے بوڑھے پوسٹ ماسٹر سے ملاقات ہوگئی۔

وہ بھی حمید کو دیکھ کر رک گیا۔

''اگر میں غلطی نہیں کر رہا ہوں تو آج آپ ہی تشریف لائے تھے۔'' اس نے کہا۔

''جی ہاں فرمایئے۔''

''آپ کے ساتھ ایک محترمہ بھی تھیں۔''

''جی ہاں تھیں تو...... فرمایئے۔''

''ان کے چہرے پر بعض جگہ نیلے نشانات تھے۔''

''جی ہاں یہ بھی صحیح ہے۔''

''آپ کے جانے کے بعد ایک معمر خاتون پوسٹ آفس میں تشریف لائی تھیں۔''

''پھر......!''

''انہوں نے بھی انہیں صاحب کے متعلق پوچھ گچھ کی تھی جس کی تلاش آپ کو ہے اور انہوں نے یہ بھی پوچھا تھا کہ یہاں کوئی یوریشین لڑکی تو نہیں آئی تھی۔''

''پھر آپ نے کیا کہا۔''

''میں چونکہ آپ کی شخصیت سے واقف ہو چکا تھا اس لئے میں نے لاعلمی ظاہر کی۔''

''آپ نے بہت اچھا کیا جناب...... میں شکر گزار ہوں۔''

''لیکن میرا خیال ہے کہ ان کی تشفی نہیں ہوئی تھی۔''

''کیا وہ بھی کوئی یوریشین ہی تھیں۔''

''جی ہاں۔''

''ان سب معاملات کے متعلق اپنی زبان بند ہی رکھئے گا۔''

''قطعی جناب...... میں سمجھتا ہوں۔''

''شکریہ...... ہاں آج تو اس کی ڈاک نہیں آئی۔''

''نہیں جناب۔ میں نے آج خاص طور سے اس پر دھیان دیا تھا۔ لیکن آج ان کی ڈاک نہیں آئی۔''

''بہر حال اس سلسلے میں آپ سے جو کچھ کہا جا چکا ہے وہی کیجئے گا۔''

''آپ مطمئن رہئے...... سرمو فرق نہ ہونے پائے گا۔''

''شکریہ۔'' حمید نے کہا اور اس سے مصافحہ کر کے گاڑی کی طرف آ گیا۔

''کہاں رہ گئے تھے۔'' صوفیہ نے پوچھا۔

''یہ نہ پوچھو...... تمہارے لئے کوئی اچھی اطلاع نہیں ہے۔''

''کیا مطلب......؟''

''ابھی بتاتا ہوں۔'' حمید نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ جیپ پھر چل پڑی اور حمید بولا۔ ''تمہاری ماں یہاں پہنچ گئی ہیں۔''

''نہیں......!'' اس نے تحیر زدہ سی آواز میں کہا۔

''یقین کرو...... ابھی مجھے بوڑھا پوسٹ ماسٹر ملا تھا۔ وہ ہمارے بعد ہی پوسٹ آفس پہنچی تھیں اور انہوں نے نہ صرف پروفیسر کے متعلق پوچھ گچھ کی تھی بلکہ تمہارے بارے میں بھی پوچھا تھا۔''

''میرے بارے میں کیا پوچھا تھا۔''

''یہی کہ کیا کوئی ایسی لڑکی بھی پروفیسر کے بارے میں چھان بین کرنے آئی تھی جس کے چہرے پر ہلکے ہلکے نیل پڑے رہے ہوں۔''

صوفیہ خاموش ہو گئی۔ حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''تمہیں صمدانی پر بڑا اعتماد تھا۔ آخر اُس نے بتا ہی دیا۔''

''میں یقین نہیں کر سکتی کہ انہوں نے بتایا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ انہیں کسی اور ذریعہ سے

معلوم ہوا ہو۔"

"ہوسکتا ہے...... پروفیسر کے متعلق کسی اور ذریعہ سے معلوم ہوا ہو۔لیکن تمہارے متعلق کس سے علم ہوسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا علم صمدانی کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا کہ تم پروفیسر کی تلاش میں یہاں آئی ہو۔"

صوفیہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔"میں اس پر یقین نہیں کرسکتی کہ مسٹر صمدانی نے ممی کو میرے متعلق کچھ بتایا ہوگا۔البتہ یہ ضرور ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس کا تذکرہ تمہارے آفیسر سے کیا ہو۔"

حمید کو یاد آ گیا کہ آج اس نے ہی فریدی کو فون پر اس کی اطلاع دی تھی کہ صوفیہ اسے یہاں کن حالات میں ملی ہے تو کیا فریدی ہی نے اسے بتایا ہوگا۔لیکن اس کا مقصد کیا ہوسکتا ہے۔ کیا یہی کہ پروفیسر خود کو چاروں طرف سے گھرا ہوا محسوس کر کے بوکھلاہٹ میں سامنے آجائے۔

"کیوں تم خاموش کیوں ہوگئے۔"صوفیہ نے پوچھا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں ممکن ہے میرے آفیسر ہی سے انہیں اس کا علم ہوا ہو کیونکہ میں نے بھی کرنل کو تمہارے متعلق فون پر اطلاع دی تھی۔مگر تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ویسے تمہاری عمر کیا ہے۔"

"بائیس سال......!"

"اوہ تب تو تمہاری ماں تمہیں زبردستی اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتیں۔تم بالغ ہوچکی ہو۔"

صوفیہ کچھ نہ بولی۔کچھ دیر بعد اس نے اس کی سسکیوں کی آوازیں سنیں۔

"ہائیں......تم رو رہی ہو۔"حمید بوکھلا گیا۔

صوفیہ روتی رہی۔

"کمال کرتی ہو۔"حمید بولا۔"ارے میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کرسکیں گی۔"

اس کی سسکیاں اور تیز ہوگئیں اور حمید کی بوکھلاہٹ بدستور قائم رہی۔اس کی سمجھ میں نہیں

آرہا تھا کہ وہ اسے کس طرح چپ کرائے۔ اگر کسی نے اسے اس طرح روتے دیکھ لیا تو کیا سمجھے گا۔ حمید نے گاڑی ایسے راستوں پر موڑنی شروع کردی جہاں زیادہ روشنی نہ ہو اور پھر اس چکر میں وہ راستہ بھٹک گیا۔ روپ نگر اس کے لئے نئی جگہ تھی۔

اس طرح بھٹکتا ہوا وہ بستی سے باہر نکل آیا۔ صوفیہ ابھی تک روئے جارہی تھی۔ اب حمید پر جھلاہٹ نے حملہ کیا۔ اس نے جیپ روک کر ریڈیم ڈائیل والی گھڑی پر نظر ڈالی۔ سوا سات بج چکے تھے، حالانکہ ٹھیک سات بجے اسے ہوٹل میں ہونا چاہئے تھا۔

''کیوں...... ہم کہاں آگئے۔'' صوفیہ نے سسکیوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''جنت میں۔'' حمید نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ ''میں نے یہی مناسب سمجھا کہ جنت کا رخ کیا جائے۔ ورنہ تمہیں اس حال میں دیکھ کر یہ بھی ممکن تھا کہ لوگ مجھے جہنم میں پہنچا دیتے۔''

''میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ سر بُری طرح چکرا رہا ہے۔ میں اب کہیں نہ جاؤں گی۔ مجھے ڈاک بنگلہ لے چلو۔''

''یہی مناسب بھی ہے۔'' حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

''کیا تم خفا ہوگئے ہو۔'' صوفیہ نے بھی اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھ دیا۔

''نہیں میں بہت خوش ہوں۔ اتنا خوش جیسے میرے پاپا نے پانچویں شادی کرلی ہو۔''

''میں کیا کروں؟'' صوفیہ نے دردناک آواز میں کہا۔ ''کیا تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا۔''

''دیکھو! تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔'' حمید نرم لہجے میں بولا۔ ''میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری مرضی کے خلاف کچھ نہ ہونے دوں گا۔''

''میں ڈرتی ہوں کہیں ممی کا سامنا نہ ہو جائے۔''

''اگر ہوا بھی تو کیا ہوگا۔''

''میں نہیں جانتی کیا ہوگا۔ مگر میں نہیں چاہتی کہ اب ممی سے دوبدو ہونے کا کوئی موقع آئے۔''

''کیا ہمیشہ کے لئے۔''

''ہاں...... ہمیشہ کے لئے۔ پاپا کی زندگی ممی ہی نے برباد کی ہے۔ اگر انہیں دوسری

عورتوں سے دلچسپی ہے تو اس کی ذمہ دار بھی ممی ہی قرار دی جا سکتی ہیں۔ تم خود سوچو......!''

حمید نے دوبارہ انجن اسٹارٹ کر دیا اور اس کے شور میں صوفیہ کی آواز دب کر رہ گئی۔

''ہاں تم کیا کہہ رہی تھیں۔'' حمید نے اس وقت پوچھا جب گاڑی کو موڑ کر دوبارہ شہر کا رخ کر چکا تھا۔

''میں کچھ نہیں کہہ رہی تھی۔''

''پاپا کی بربادی کی ذمہ دار ممی کو قرار دے رہی تھی۔''

''ختم کرو...... میری طبیعت بہت زیادہ خراب ہوتی جا رہی ہے۔ ڈاک بنگلے واپس چلو۔''

''میں وہیں چل رہا ہوں لیکن اس کے لئے بھی ہمیں دوبارہ بستی میں واپس جانا پڑے گا۔ میں راہ بھٹک گیا ہوں۔''

''کیا تم پہلی بار یہاں آئے ہو۔''

''ہاں......!''

صوفیہ پھر کچھ نہ بولی۔ حمید بدقت تمام اس سڑک تک پہنچ سکا جو ڈاک بنگلے کی طرف جاتی تھی۔

''پاپا وہاں ضرور آئے ہوں گے۔'' دفعتاً صوفیہ نے کہا۔

''ہو سکتا ہے۔''

''تم سچ مچ خفا معلوم ہوتے ہو۔''

''نہیں بالکل نہیں۔''

تقریباً بیس منٹ بعد وہ ڈاک بنگلے میں پہنچ گئے۔

لیکن کمرے میں قدم رکھتے ہی دونوں پر گویا بجلی سی گر پڑی۔ سامنے ہی مسز نجمی ایک آرام کرسی میں بیٹھی ہوئی دونوں کو خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی۔ بیٹھنے کا انداز ایک ایسی شیرنی کا سا تھا جو شکار کی تاک میں ہو۔

''کیوں...... کتیا۔'' وہ صوفیہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''تجھے شرم نہیں آئی تھی۔''

حمید نے دیکھا کہ صوفیہ کی حالت یک بیک زیادہ ابتر ہو گئی۔ وہ کسی سردی کھائے بچے کی

طرح کانپ رہی تھی۔

''یہ میری پناہ میں ہے۔'' حمید نے گرج کر کہا۔ ''تم اسے بھی قتل کردینا چاہتی ہو...... کیوں؟''

''تم خاموش رہو۔ یہ میری بیٹی کا معاملہ ہے۔ اگر دخل اندازی کرو گے تو میں قانونی طور پر تم سے نپٹ لوں گی۔ تم اسے پھسلا کر بھگا لائے ہو۔''

''ممی...... تم جھوٹی ہو۔'' صوفیہ حلق کے بل چیخی۔

''یہ مجال تیری کہ میری بات رد کردے۔'' مسز نجمی صوفیہ کی طرف جھپٹی۔ لیکن حمید ان کے درمیان آ گیا۔

''ہٹ جاؤ تم سامنے سے...... ہٹ جاؤ...... ورنہ اچھا نہ ہوگا۔''

''میں ابھی تمہیں جیل بھجوا دونگا مسز نجمی۔ تم نے ایک بار پہلے بھی لڑکی پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔''

مسز نجمی رک گئی۔ لیکن حمید کو قہر آلود نظروں سے گھور رہی تھی۔

''یہ میری لڑکی ہے۔'' اس نے حلق پھاڑ کر کہا۔

''تم اسے ثابت نہ کرسکو گی۔ لیکن میں اسے اپنی بیوی ثابت کرسکتا ہوں۔''

''میں تمہارا خون پی لوں گی۔''

''برف ڈال کر پینا کیونکہ وہ بہت گرم ہے۔'' حمید مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔

''پھر صوفیہ کا بازو پکڑ کر اُسے دوسری آرام کرسی تک لے گیا۔''

''تم اطمینان سے بیٹھو...... تمہاری ممی بہت غصے میں ہیں۔ میں ان کے لئے ٹھنڈے پانی کا انتظام کروں گا۔''

''نہیں...... خدا کے لئے انہیں اور زیادہ غصہ نہ دلاؤ۔'' صوفیہ نے آہستہ سے کہا۔

حمید اُسے بٹھا کر مسز نجمی کی طرف مڑا۔ وہ اب بھی وہیں کھڑی تھی، لیکن کسی بت کی طرح بے حس و حرکت...... حتیٰ کہ اس کی آنکھیں بھی غیر متحرک نظر آ رہی تھیں۔

حمید خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ کسی قسم کی محویت سے چونکی اور اسی آرام کرسی کی طرف مڑ گئی جس پر سے اٹھی تھی۔

''اس وحشی پن کی مثال شاید جانوروں میں بھی نہ ملے مسز نجمی۔'' حمید نے کہا۔

''وہ میری لڑکی ہے۔ کیا تم عقل کے اندھے ہو۔'' مسز نجمی مٹھیاں بھینچ کر بولی۔

''تب پھر تم اسے قتل کردو۔ قانون تمہیں ہر حال میں معاف کردیگا کیونکہ تم اس کی ماں ہو۔''

''تجھے ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ صوفیہ تو سن رہی ہے یا نہیں؟'' اس کی ماں نے اُسے للکارا۔

''میں پاپا کے ساتھ رہوں گی۔'' صوفیہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''یہ تیرا پاپا ہے۔'' وہ حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر چیخی۔

''اگر یہی بات ہوتی تو تم اتنی غصہ ور اور چڑچڑی نہ ہوتیں۔'' حمید نے پھر مضحکہ اڑانے والا انداز اختیار کیا۔

''میں تمہارا منہ نوچ لوں گی ورنہ خاموش رہو۔''

''میں جانتا ہوں کہ تم ایسا ضرور کرو گی......ایک مثال میرے سامنے موجود ہے۔''

''میں کہتی ہوں تم خاموش رہو مجھے اس کتیا سے گفتگو کرنے دو۔''

''اگر یہاں کوئی کتیا موجود ہوتی تو میں اُسے اور تمہیں کمرے سے باہر نکال دیتا۔ کیونکہ رات کو مجھے کتیوں اور کتوں کے مکالمے بالکل پسند نہیں آتے۔''

''خاموش رہو۔'' وہ اتنے زور سے چیخی کہ اس کی آواز پھٹ گئی اور اس پر کھانسیوں کا دورہ پڑ گیا۔

''کیپٹن پلیز......خدا کے لئے۔'' صوفیہ نے ہاتھ اٹھا کر نحیف آواز میں کہا۔

''میں قطعی خاموش ہوں تم دونوں گفتگو کرو۔'' حمید نے ملازم کی طرف دیکھ کر کہا جو برآمدے میں کھڑا حیرت سے پلکیں جھپکا رہا تھا۔ حمید نے ہاتھ ہلا کر اُسے وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔

''ہاں بول کیوں آئی تھی یہاں۔'' مسز نجمی نے حمید پر دانت پیستے ہوئے صوفیہ سے پوچھا۔

''میں پاپا کی تلاش میں آئی تھی۔ مجھے......مم......مجھے......اجازت......!''

''ہاں اب تجھے اجازت کی ضرورت نہیں رہی۔تو اب بالغ ہوگئی ہے۔یہی بات ہے۔ لیکن.....تو شاید بھول رہی ہے کہ میں کون ہوں۔''

''ممی خدا کے لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔''

''اسی حال پر چھوڑ سکتی ہوں، جب تیرا جسم روح سے خالی ہو جائے۔''

''تو پھر تم مجھے مار ہی ڈالو۔'' صوفیہ نے سسکی لی۔

''میں تجھے سسکا سسکا کر ماروں گی۔''

''ارے.....تم ماں ہو اس کی۔'' حمید بول پڑا۔

''پھر تم نے دخل دیا۔''

''ہاں..... میں یہاں قانون کا نمائندہ ہوں، تم میری موجودگی میں اسے قتل کی دھمکی دے کر آزاد نہیں رہ سکتیں۔''

''کیپٹن پلیز.....!'' صوفیہ نے پھر کچھ کہنا چاہا لیکن حمید گردن جھٹک کر بولا۔''اب تم خاموش رہو۔ بہت ہو چکا میں کسی فرد کو نظر انداز نہیں کر سکتا، جس پر ڈوروتھی کے قاتل کا شبہ کیا جا رہا ہو۔''

''اُسے ثابت کرنے میں دانتوں پسینہ آجائے گا۔'' مسز نجمی نے زہر خند کے ساتھ کہا۔

''ہاں ٹھیک ہے.....اگر میں کسی ستون کو دھکے مار مار کر گرانے کی کوشش کروں گا تو یقیناً دانتوں کیا آنکھوں میں بھی پسینہ آسکتا ہے لیکن اگر میں اس کی بجائے ستون کو بنیاد سے کھودنا شروع کر دوں تو.....تب کیا ہوگا.....مسز نجمی۔''

''میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔'' وہ شانوں کو جنبش دے کر لاپرواہی سے بولی۔

''میں تمہارے خلاف چھوٹے چھوٹے جرائم کے لئے ثبوت مہیا کروں گا۔مثلاً ڈوروتھی والے کیس میں تم نے ایک گواہ کے بیان میں ترمیم کرانے کی کوشش کی تھی اور اس کے لئے دو ہزار کا آفر تھا.....!''

وہ یک بیک اچھل کر کھڑی ہوگئی.....اس کا چہرہ کسی لاش کے چہرے کی طرح بے جان نظر آنے لگا تھا۔

خوفناک دھماکہ

یہ اطلاع صوفیہ کے لئے بھی شاید ڈراؤنی ہی تھی۔ وہی کیفیت اس کی بھی ہوئی لیکن اس کی آنکھوں میں خوف کے ساتھ حیرت بھی تھی۔

"ممی......!" وہ تھوک نگل کر بولی۔ لیکن اس کے آگے اور کچھ نہ کہہ سکی۔

"تم نے......!" حمید نے مسز نجمی کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ "مسز لاڈیل کے بیان میں ایک ایسا اضافہ کرانا چاہا جس کی بناء پر پروفیسر کے لئے پھانسی کے تختے کے علاوہ دنیا میں اور کوئی جگہ نہ ملتی۔"

"ممی......!" صوفیہ ہسٹریائی انداز میں چیخی۔

لیکن مسز نجمی کوئی جواب دیئے بغیر آرام کرسی میں ڈھیر ہوگئی۔ وہ بُری طرح کانپ رہی تھی اور اس کے چہرے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔

"یہ تم کیا کر رہی تھیں......ممی......!" صوفیہ پھر چیخی۔

"تم خاموش رہو۔" حمید نے سخت لہجے میں کہا "یہ ابھی اعتراف کریں گی کہ ڈوروتھی کی قاتلہ یہی ہیں۔"

"یہ غلط ہے...... بالکل غلط۔" مسز نجمی نے ہاتھ اٹھا کر کمزور آواز میں کہا۔ پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔ "لیکن اس کا اعتراف ہے کہ میں نے لاڈیل کے بیان میں فائر کی آواز کا اضافہ کرانے کی کوشش کی تھی۔"

"ممی......تم کتنی ظالم ہو۔" صوفیہ نے کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

مسز نجمی رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ خشک کر رہی تھی۔ پھر وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں میں پھر وہی پہلی سی چمک عود کر آئی اور جبڑوں کی رگیں ابھرنے لگیں۔ شاید اس نے بہت سختی سے دانتوں پر دانت جمائے تھے۔

''ہاں...... میں ظالم ہوں۔ پھر...... کیا میں تم سے پوچھ سکتی ہوں کہ تم ظالم کیوں نہیں ہو۔'' اس نے صوفیہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

''مجھے ظلم سے نفرت ہے۔''

''لیکن میں ظلم کئے بغیر سکون نہیں پاسکتی۔'' مسز نجمی نے کہا۔ ''میں نے تم سے کبھی یہ نہیں کہا کہ تم ظلم سے نفرت کرو۔ تم دوسروں پر رحم کر کے سکون محسوس کرتی ہو۔ میں تم سے تمہارا سکون نہیں چھیننا چاہتی۔ پھر تمہیں کب یہ حق پہنچتا ہے کہ تم مجھے سکون نہ ملنے دو۔''

''اس فلسفے کی راہ پھانسی کے تختے پر ختم ہوتی ہے۔'' حمید بولا۔

''جہنم ہی میں کیوں نہ ختم ہوتی ہو۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔''

''تو تم اعتراف کرتی ہو کہ تم نے ڈوروتھی کو قتل کیا تھا۔''

''میرے کس جملے سے تم نے یہ نتیجہ اخذ کرلیا۔''

''خیر...... خیر...... تم اعتراف کرلو گی...... مجھے یقین ہے۔''

''ظلم کرنے والے ظلم برداشت کرنے کی قوت بھی رکھتے ہیں۔''

''آہا...... بہت خوب۔'' حمید ہنسنے لگا۔ ''کیا یہ کسی فلم کی شوٹنگ ہو رہی ہے۔''

''نہیں...... بلکہ تم اپنے لئے کنواں کھود رہے ہو۔''

''یہ کس سلسلے میں محترمہ۔''

''یہ لڑکی نابالغ ہے اور تم اسے پھسلا کر لائے ہو۔''

''تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔'' حمید نے رو دینے والی آواز میں صوفیہ سے پوچھا لیکن صوفیہ صرف ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔

''تم مجھے نہیں جانتے۔'' مسز نجمی غرائی۔

''یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں تمہیں نہیں جانتا۔'' حمید اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

''لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم نے شہر کس کی اجازت سے چھوڑا۔ دوسرا جرم تم پر عائد ہو رہا ہے۔''

''میرے پاس کرنل فریدی کا اجازت نامہ موجود ہے۔''

''کیا مطلب؟'' حمید اسے گھورنے لگا۔

''کیا تم دیکھو گے۔'' مسز نجمی نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا۔

''میں ضرور دیکھوں گا...... اگر وہ جعلی ثابت ہوا تو تمہیں یہاں سے زیر حراست شہر واپس جانا پڑے گا۔''

مسز نجمی نے اپنے ہینڈ پرس سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا اور حمید کی طرف بڑھایا۔

حمید نے فریدی کے دستخط پہچان لئے اور اس کے طرز تحریر کو پہچاننا بھی اس کے لئے مشکل نہیں تھا۔ اجازت نامہ ٹائپ کیا ہوا نہیں تھا بلکہ خود ہی تحریر کیا تھا اور یہ اجازت نامہ روپ نگر کے لئے تھا۔

''تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا تھا کہ صوفیہ یہاں آئی ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''کرنل فریدی سے۔'' اس نے بیزاری سے کہا۔ ''اس پر تمہارے لئے ان کا ایک خط بھی لائی ہوں۔''

''لاؤ...... دیکھوں......!'' حمید نے ہاتھ بڑھا دیا۔

''تمہیں وہ نہیں مل سکتا اسے میں تمہارے خلاف عدالت میں استعمال کروں گی۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''کرنل نے جو کچھ بھی لکھا ہے، وہ تمہیں زبانی بتایا جا سکتا ہے۔''

''اچھا......!'' حمید نے ایک طویل سانس لی اور کچھ سوچنے لگا۔

''انہوں نے لکھا ہے کہ حمید میں تم سے تنگ آ گیا ہوں۔ لڑکی کو مسز نجمی کے حوالے کر دو، ورنہ تمہیں اغواء کے الزام سے نہ بچا سکوں گا۔ مسز نجمی کے بیان کے مطابق لڑکی نابالغ ہے، مجھے علم نہیں تھا کہ تم اسے مسز نجمی کی مرضی کے خلاف روپ نگر لے جا رہے ہو۔''

''میں اس بے سروپا بیان پر یقین نہیں کر سکتا۔''

''تم یقین کرو یا نہ کرو۔ یہ تحریر ایک دستاویز کی سی حیثیت رکھتی ہے اور کسی وقت بھی اسے تمہارے خلاف استعمال کر سکتی ہوں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اسے میرے ساتھ جانے دو۔''

''یہ اپنے پاپا کے ساتھ رہنا چاہتی ہے، تم اسے اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور نہیں کرسکتیں۔''

''کیا تم نجمی کے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔'' دفعتاً وہ صوفیہ کی طرف مڑی۔

''ہاں...... میں پاپا کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔''

''لیکن وہ تمہیں اپنی قبر میں نہیں رکھ سکے گا۔''

''یعنی......!'' حمید اُسے گھورنے لگا۔

''وہ ڈوروتھی کا قاتل ہے۔''

''نہیں...... یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ غلط ہے...... ممی...... خدا کے لئے۔'' صوفیہ چیخی۔

''وہ ڈوروتھی کا قاتل ہے۔ اسے دنیا کی کوئی قوت نہیں بچاسکتی۔''

''کیا تم نے لاڈیل کے علاوہ بھی کوئی اور گواہ تیار کرلیا ہے۔'' حمید نے مسکرا کر کہا۔

''یقیناً......!'' وہ بھی بالکل اسی انداز میں مسکرائی۔ ''میں نے اس بار ایک بڑے افسر کو رشوت دی ہے۔''

''اچھا......!'' حمید مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسا۔

''اور وہ آفیسر کرنل فریدی ہے۔''

''شاید تمہیں نیند آرہی ہے محترمہ۔'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''ہوسکتا ہے۔'' مسز نجمی نے لاپروائی سے کہا اور صوفیہ کی طرف دیکھ کر بولی۔ ''تم چلنے کے لئے تیار ہوجاؤ، ورنہ تمہیں اپنی اس غلطی پر زندگی بھر افسوس رہے گا۔''

''مجھے خواہ مخواہ خوفزدہ کرنے کی کوشش نہ کرو ممی۔'' صوفیہ روہانسی آواز میں بولی۔

ٹھیک اس وقت کمپاؤنڈ میں روشنی نظر آئی۔ شاید کوئی کار اندر آئی تھی۔ حمید اٹھ گیا۔ کار برآمدے کے سامنے ہی رکی تھی۔ انجن بند کردیا گیا اور اگلی روشنیاں گل ہوگئیں۔ پھر کوئی کار سے اُتر کر برآمدے کی طرف بڑھا اور جیسے ہی وہ برآمدے میں داخل ہوا لیمپ کی روشنی اس پر پڑی اور حمید بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

آنے والا کرنل فریدی تھا۔ اس نے کمرے میں آکر چاروں طرف دیکھا اور صوفیہ کی

طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ ''یہی لڑکی ہے مسز نجمی۔''

''جی ہاں......!'' مسز نجمی کھڑی ہو گئی تھیں۔

''بیٹھیے......بیٹھیے۔'' وہ سر ہلا کر بولا۔

''کیا آپ نے میرے لئے انہیں کوئی خط دیا تھا۔'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں تو......کیوں کیسا خط۔''

حمید جواب دینے کی بجائے مسز نجمی کو گھورنے لگا۔ لیکن مسز نجمی ایسے بے تعلقانہ انداز میں نظر آ رہی تھی جیسے اسے اس بات سے کوئی سروکار ہی نہ ہو۔

فریدی نے بھی اس کی طرف دیکھا اور پھر حمید سے پوچھا۔ ''کیا بات ہے۔''

''کچھ نہیں مجھے الزام دے رہی تھیں کہ میں نے انکی کسی نابالغ لڑکی کا اغواء کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپکی کوئی تحریر بھی تھی انکے پاس۔ جسے یہ عدالت میں میرے خلاف استعمال کرتیں۔''

''کیوں مسز نجمی۔''

''کچھ بھی نہیں! میں اپنی لڑکی کو یہاں سے لے جانا چاہتی تھی۔''

''آپ کو کس نے روکا ہے۔'' فریدی نے حیرت سے کہا۔

''یہ صاحب خواہ مخواہ اُسے بہکا رہے ہیں۔'' مسز نجمی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

''مجھے کسی نے نہیں بہکایا۔'' صوفیہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''تم خاموش رہو۔'' مسز نجمی دہاڑی۔

''نہیں خاموش رہوں گی۔'' صوفیہ ہسٹریائی انداز میں چیخنے لگی۔ ''میں تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ تم مجھے مجبور نہیں کرسکتیں۔ میں بالغ ہوں، نہیں رہوں گی......نہیں رہوں گی......تم ظالم ہو۔ میں پاپا کے ساتھ رہوں گی۔''

''صبر......لڑکی......صبر۔'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''شور نہ مچاؤ۔''

''یہ بہت بُری طرح بہکائی گئی ہے۔'' مسز نجمی دانت پیس کر بولی۔

''ہمیں اس معاملے سے کوئی سروکار نہیں۔ میں فی الحال آپ سے پروفیسر کے متعلق

گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو کیا یہ...... یعنی میری لڑکی ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"یہ آپ کا نجی معاملہ ہے آپ جانئے۔"

"لیکن آپ کا اسسٹنٹ۔"

"خبردار..... اگر میرا نام اس تذکرے میں لائیں تو میں تم پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کردوں گا۔" حمید غرایا۔

"خاموش رہو۔" فریدی اسے گھورنے لگا۔

چند لمحوں کے لئے کمرے کی فضا پر بوجھل سی خاموشی مسلط ہوگئی۔ پھر فریدی نے مسز نجمی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "پچھلی رات میں نے پروفیسر کو شہر میں دیکھا تھا۔"

"کہاں......!" حمید نے پوچھا۔

"اسی عمارت میں جہاں ڈوروتھی کی لاش ملی تھی۔"

"پھر...... پھر...... آپ نے روکا کیوں نہیں۔" صوفیہ نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"ایسے پھرتیلے آدمی بہت کم میری نظروں سے گزرے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس پھرتیلے پن کی وجہ سے وہ میرے ہاتھ نہ آسکے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اپنا توازن کھو بیٹھے ہیں۔"

مسز نجمی بہت توجہ اور دلچسپی سے سن رہی تھی۔ فریدی کے خاموش ہوتے ہی اس نے پوچھا۔ "کیا آپ پچھلی رات عمارت میں موجود تھے۔"

"ہاں...... مجھے کسی ایسی چیز کی تلاش تھی جس سے اس حادثے پر کوئی روشنی پڑ سکے اور شاید پروفیسر بھی کسی چیز کی تلاش ہی میں وہاں آئے تھے۔ بہرحال میں نے انہیں اسی وقت دیکھا جب وہ ایک کمرے کی دیوار میں لگی ہوئی ایک پوشیدہ تجوری کھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"اوہ...... پوشیدہ تجوری۔" مسز نجمی آگے جھک آئی، اس کی آنکھوں میں عجیب قسم کی چمک نظر آنے لگی تھی۔

"میں نے انہیں رکنے کو کہا لیکن وہ نکل بھاگے۔ میں کیا بتاؤں کہ وہ کتنے پھرتیلے ہیں

جب تک میں گلی میں پہنچا وہ عقبی دروازے سے نکل کر اندھیرے میں غائب ہو چکے تھے۔''

مسز نجمی کے چہرے پر اس وقت زیادہ تازگی اور توانائی نظر آ رہی تھی۔ اس کے برخلاف صوفیہ کی حالت غیر تھی۔ وہ آرام کرسی کی پشت سے ٹکی ہوئی ہانپ رہی تھی۔ اس کی زبان بار بار ہونٹوں پر تیرتی نظر آتی۔

''بہرحال میں انہیں پا نہ سکا لیکن اب یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ ڈوروتھی کے قاتل وہی ہیں۔''

''نہیں......!'' صوفیہ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخی۔ ''نہیں......نہیں......نہیں۔''

وہ اسی طرح ہاتھ اٹھائے ہوئے ''نہیں نہیں'' کی تکرار کرتی رہی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اس پر ہسٹریا کا دورہ پڑا ہو۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی آواز نحیف ہوتی گئی۔ حمید اس پر جھکا ہوا اسے آوازیں دے رہا تھا۔ آخر وہ بالکل خاموش ہوگئی۔

''بیہوش ہوگئی۔'' حمید نے سیدھے کھڑے ہو کر تشویش کن لہجے میں کہا۔

''وہ بہت جذباتی لڑکی ہے۔'' مسز نجمی نے اپنی جگہ سے اٹھے بغیر لاپروائی سے کہا۔

''تمہاری ہی لڑکی ہے۔''

''یقیناً......لیکن اپنے باپ کی طرح چور اور بُزدل ہے۔''

فریدی حمید کو گھور رہا تھا۔ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا ورنہ اس کا تو دل چاہا تھا کہ اسے اٹھا کر کھڑکی کے باہر پھینک دے۔

''آخر آپ کس بناء پر کہہ رہے ہیں کہ نجمی ہی اس کا قاتل ہے۔'' مسز نجمی نے فریدی سے پوچھا۔

''میں نے وہ پوشیدہ تجوری کھول لی تھی۔ اس میں سے کچھ ایسی چیزیں برآمد ہوئیں مثال کے طور پر کچھ خطوط جو ڈوروتھی کے کسی عاشق نے اسے لکھے تھے اور ایک تصویر جس میں ڈوروتھی اپنے کسی عاشق کے بازو میں ہاتھ ڈالے کھڑی نظر آتی ہے۔ ان خطوط میں سے ایک میں تحریر تھا ''مجھے بڑی خوشی ہے کہ تم اس موٹی آسامی پر اپنی معصومیت کا سکہ بٹھا کر اُسے دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہی ہو مگر دیکھو مستقبل کے لئے بھی کچھ بچا رکھو۔ پچھلی زندگی میں ہمیں بہت کچھ ملا

تھا۔ مگر آج ہم قریباً کنگال ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب آپ خود ہی سوچئے کیا یہ خط پروفیسر کو مشتعل کر دینے کے لئے کافی نہیں ہے۔''

''یقیناً...... یقیناً۔'' مسز نجمی نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ لیکن دفعتاً حمید نے فریدی کو اچھلتے دیکھا۔ وہ کھڑکی کی طرف جھپٹا تھا۔ ساتھ ہی باہر سے کچھ ایسی آواز آئی جیسے کوئی بلندی سے کودا ہو۔

''ٹھہرو...... پروفیسر...... ورنہ گولی ماردوں گا...... ٹھہرو۔'' فریدی نے کہا اور دروازے کی طرف جھپٹا۔ حمید بھی دوڑا اور دونوں دوڑتے ہوئے پھاٹک تک آئے وہ آگے بڑھنے ہی والے تھے۔ کچھ دور پر کوئی گاڑی اسٹارٹ ہوئی۔ ایک لحظہ کے لئے عقبی روشنی نظر آئی اور پھر اندھیرے میں مدغم ہوگئی۔ گاڑی کی آواز دور ہونے لگی۔ فریدی پھر بھاگ کر کمپاؤنڈ میں آیا۔ حمید کی جیپ ہی سامنے پڑی اور وہ اچھل کر اسٹیئرنگ کے سامنے جا بیٹھا۔ حمید نے بھی دیر نہیں لگائی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس گاڑی کے پیچھے تھے۔ اگلی گاڑی کی رفتار بہت تیز تھی لیکن اس کا رخ شہر کی طرف نہیں تھا۔

''آپ نے اندھیرے میں کیسے پہچان لیا۔'' حمید نے پوچھا۔

''مونچھیں، کھڑکی میں لیمپ کی روشنی تھی۔ میں نے اس کی مونچھیں دیکھی تھیں۔''

حمید نے اسے آج کا واقعہ سنایا کہ کس طرح وہ انہیں ڈاج دے کر ہوٹل سے غائب ہوگیا تھا۔ فریدی کچھ نہ بولا۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی رہیں۔ پھر کچھ دور چل کر اگلی گاڑی سڑک کے بائیں جانب کچے راستے پر اتر گئی۔ وہ بھی جیپ ہی تھی اور اب اس کی ہیڈ لائیٹس بھی استعمال کی جارہی تھیں، یہ راستہ اتنا ناہموار تھا کہ فریدی کو رفتار کم کر دینی پڑی۔ لیکن اگلی جیپ اچھلتی کودتی اور ہچکولے لیتی بھاگی جارہی تھی۔ پھر اونچے نیچے ٹیلوں کے سلسلے شروع ہوگئے اور دفعتاً اگلی جیپ ٹیلوں کے درمیان مڑتی ہوئی نظر آئی۔ پھر ایک دلخراش چیخ سناٹے میں دور تک پھیلتی چلی گئی اور وہ دھماکہ تو بہت ہی لرزہ خیز تھا، جو اس کے بعد سنائی دیا۔ فریدی نے مڑی،

عجلت سے اپنی گاڑی کے بریک لگائے اور وہ حقیقتاً الٹتے الٹتے بچی۔ انجن بند کر کے وہ نیچے کود گیا۔ دونوں ہی پوری قوت سے اس طرف دوڑ رہے تھے جدھر اگلی جیپ مڑی تھی۔ فریدی نے دوڑتے ہوئے ٹارچ روشن کی۔

وہ منظر بڑا ڈراؤنا تھا۔ تقریباً ساٹھ فٹ نیچے جیپ کے پچھلے حصے سے شعلے نکل رہے تھے اور وہ آدھی سے زیادہ نشیب میں بہنے والی ندی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

''یقیناً...... اس کا ذہنی توازن بگڑا ہوا تھا۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''بیچاری صوفیہ پر کیا گزرے گی۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بدقت تمام اس مقام پر پہنچنے میں کامیاب ہوئے جہاں جیپ سمیت گرنے سے پہلے ہی پروفیسر کی آخری چیخ گھٹ کر رہ گئی تھی۔

جیپ ندی میں الٹی پڑی ہوئی تھی اور اب شعلے آہستہ آہستہ اپنا جوش و خروش کھوتے جا رہے تھے۔

''لاش کیسے نکالی جائے۔'' حمید بڑبڑایا۔

''مجھے توقع نہیں ہے کہ لاش مل سکے۔ ندی کا بہاؤ نہیں دیکھتے۔''

''پھر بھی ہمیں کوشش تو کرنی ہی چاہئے۔''

''فضول ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''آؤ واپس چلیں۔''

حمید کا دل نہیں چاہتا تھا مگر طوعاً و کرہاً اُسے واپس ہونا پڑا۔ صوفیہ کی وجہ سے اب اسے پروفیسر سے ہمدردی محسوس ہونے لگی تھی۔ اس لئے اس کا یہ غیر متوقع انجام اس کے لئے بڑا تکلیف دہ ثابت ہوا تھا اور وہ یک بیک اتنی تھکن محسوس کرنے لگا تھا جیسے سینکڑوں میل سے پیدل چل کر آیا تھا۔

ڈاک بنگلے میں دونوں بے چینی سے ان کی منتظر تھیں۔

صوفیہ کو ہوش آ گیا تھا انہیں دیکھتے ہی وہ بیساختہ اچھل پڑی۔

''بولئے...... بتایئے...... وہ پاپا تھے۔ نہیں وہ پاپا نہیں رہے ہوں گے۔'' اس نے بچوں

کے سے انداز میں کہا۔ ''آپ بولتے کیوں نہیں۔''

''نہیں...... وہ کوئی چور تھا'' فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ''اس تاک میں تھا کہ ہم سو جائیں اور وہ ہمارا سامان لے کر چلتا بنے۔''

''دیکھا...... میں نہ کہتی تھی۔'' وہ اپنی ماں کی طرف دیکھ کر ہنس پڑی اور مسز نجمی کے چہرے پر پھر وہی پہلے کا سا بڑھاپا طاری ہو گیا۔

دوسری صبح فریدی نے تنویر صمدانی کو فون کیا کہ پروفیسر ایک حادثے میں کام آ گیا ہے۔ وہ فوراً روپ نگر پہنچ جائے...... دوسری صبح ندی میں اس کی لاش کی تلاش جاری تھی لیکن وہاں جیپ کے ڈھانچے کے علاوہ اور کچھ نہ مل سکا۔

حمید ڈاک بنگلے ہی میں تھا اور اس نے فریدی کی ہدایت کے مطابق ماں بیٹی کو حالات سے بے خبر رکھا تھا۔ تقریباً گیارہ بجے فریدی بستی سے ڈاک بنگلے واپس آیا۔ اس نے صوفیہ سے کہا۔ ''میں تمہاری ماں کو بستی تک لے جا رہا ہوں۔ تم ہماری واپسی تک یہیں ٹھہرو گی۔''

''آپ کے کہنے سے میں ٹھہر جاؤں گی۔'' صوفیہ نے جواب دیا۔

پھر وہ حمید اور مسز نجمی کے ساتھ اپنی کار میں بیٹھ گیا...... اور کار بستی میں پہنچ کر کوتوالی کی طرف مڑ گئی۔ جب وہ کوتوالی میں داخل ہو رہی تھی مسز نجمی نے چونک کر کہا۔

''یہ آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔''

''کیوں......؟''

''بس یونہی...... پروفیسر کا وکیل بھی یہاں موجود ملے گا شاید...... ٹھہرو۔''

وہ کار روک کر نیچے اتر پڑا۔ حمید اور مسز نجمی بھی اترے۔

ایک بڑے کمرے میں تنویر صمدانی اور چار مقامی پولیس آفیسران کے منتظر تھے۔ بڑی میز کے گرد تین کرسیاں شاید انہیں کے لئے خالی تھیں۔ ان کے بیٹھتے ہی تنویر صمدانی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔ ''پروفیسر کو کیا حادثہ پیش آیا ہے۔''

''پچھلی رات میں اُس کا تعاقب کر رہا تھا اس کی جیپ بے قابو ہو کر ندی کے پاس والے

ٹیلوں میں جا مڑی اور شاید وہ ساٹھ فیٹ کی بلندی سے جیپ سمیت ندی میں جا پڑا۔''

''اوہ......!'' مسز نجمی کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔ چہرہ سرخ ہو گیا اور آنکھیں چمکنے لگیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے سینے میں ہزاروں قہقہوں کا گلا گھونٹنے کی کوشش کر رہی ہو۔

''تم واقعی بہت اذیت پسند ہو۔'' فریدی اس کی طرف مڑ کر تنفر آمیز لہجے میں بولا۔

''اگر میں کسی کی موت پر قہقہے لگاؤں تو قانون میرا کیا بگاڑے گا۔''

''قانون تو کچھ نہیں بگاڑ سکے گا مگر انسانیت ضرور تم پر روئے گی۔''

''انسانیت تو ازل ہی سے روتی آئی ہے۔''

دوسرے پولیس آفیسر اُسے گھورنے لگے۔

''یہ اس کی بیوی ہے جناب۔'' ایک نے پوچھا۔

''ہاں...... یہ اس کی بیوی ہے۔'' فریدی نے کہا اور صمدانی کی طرف متوجہ ہو گیا جس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''کیا پروفیسر نے کبھی کوئی وصیت بھی مرتب کی تھی۔''

صمدانی نے نفی میں سر ہلا دیا اور رومال سے آنسو خشک کرنے لگا۔

''اندازاً کتنا بینک بیلنس ہوگا۔''

''مجھے......اے......اے......ای......اس کا بھی علم نہیں۔''

''براہِ کرم آپ دوسرے کمرے میں جا کر اچھی طرح رو آیئے پھر ہم گفتگو کریں گے۔''

''میرا بھائی......میرا دوست دنیا سے اٹھ گیا۔'' تنویر مجنونانہ انداز میں چیخا۔

''وہ تھپڑ رسید کروں گا کہ دونوں آنکھیں باہر آ جائیں گی۔''

''جی......کیا مطلب۔'' صمدانی ہکا بکا رہ گیا۔

''میں پوچھتا ہوں کہ پروفیسر کا کتنا بینک بیلنس تھا۔''

''آپ تمیز سے گفتگو کیجئے مسٹر۔'' صمدانی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اوہ......معاف کیجئے وکیل صاحب۔ آپکا غم دور کرنے کیلئے میں نے ایک نفسیاتی طریقہ

اختیار کیا تھا۔ اب دیکھئے نا آپکی آنکھیں اب آنسوؤں کی بجائے چنگاڑیاں برسا رہی ہیں۔''

فریدی کے اس رویہ پر حمید بھی متحیر رہ گیا۔ آخر اتنی سی بات کے لئے شہر کے ایک بڑے اور معزز وکیل کی توہین کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

''میں کیا جانوں کہ بینک بیلنس کتنا تھا۔'' اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''چیک تو آپ ہی کیش کرا کے رقم بذریعہ منی آرڈر بھجواتے تھے۔''

''بیئرر چیک ہوتے تھے، کیش کرالئے جاتے، مجھے اس کا علم کیسے ہوسکتا تھا کہ بیلنس کتنا ہے۔''

''ایک بات اور سمجھ میں نہیں آتی کہ جب یہاں بھی بینک موجود تھا تو پروفیسر نے یہیں اپنی کچھ رقم کیوں نہیں منتقل کرالی۔ آپ کو کیوں تکلیف دیتا رہا۔''

''اس کا جواب پروفیسر کے علاوہ اور کوئی نہیں دے سکتا۔''

''مجھے افسوس ہے کہ میں اسے دوبارہ نہ پیدا کرسکوں گا۔''

''آپ پتہ نہیں کیسی الٹی سیدھی باتیں کررہے ہیں۔ میں پروفیسر کا قانونی مشیر تھا اور اس وقت تک رہوں گا جب تک کہ اس کے ورثاء مجھے میرے فرائض سے سبکدوش نہ کردیں۔ بہر حال اب میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ پروفیسر نے کتنا اثاثہ چھوڑا ہے۔''

فریدی چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ ''اب پتے پھینک دو، میں نے کل ہی پروفیسر کی لاش دریافت کی ہے۔''

''آپ کیوں مذاق اڑا رہے ہیں۔'' تنویر چیخا۔ حمید کے علاوہ دوسرے بھی فریدی کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

''ہاں...... مائی ڈیئر...... تنویر صمدانی...... ڈوروتھی پروفیسر کے روپوش ہونے سے پہلے ہی عمارت کے صحن میں ایک حوض بنوا رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ہنسوں کا ایک جوڑا حاصل کرکے اس میں ڈالے گی۔ یہ پروفیسر کے نوکروں کا بیان ہے۔''

دفعتاً تنویر کے چہرے کی رنگت بدلنے لگی اور اس نے اٹھنا چاہا۔

''بیٹھو......!'' فریدی غرایا...... اور آفیسروں نے اسے دبوچ کر بٹھا دیا۔

''تم خواہ مخواہ مجھے اور زیادہ پریشان کر رہے ہو۔'' تنویر نے سنبھالا لیا۔ ''دوست کی موت ہی کا صدمہ کیا کم ہے۔''

''تم دوست کا صدمہ آج لے بیٹھے ہو۔ حالانکہ دوست کی موت آج سے ڈیڑھ ماہ قبل واقع ہوئی تھی۔''

''تم پاگل ہو گئے ہو۔'' تنویر نے ایک ہذیانی سا قہقہہ لگایا اور فریدی کے چہرے کے قریب انگلی نچا نچا کر ہنستا ہی رہا۔

''کسی ماہر ڈاکٹر کے سرٹیفکیٹ کے بغیر تمہیں پاگل بھی نہیں قرار دیا جاسکتا تنویر۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ ''تم دونوں کے جسم کی بناوٹ یکساں تھی۔ قد بھی یکساں تھا۔ اگر تم اتنی ہی بڑی مصنوعی مونچھیں لگا لو تو دور سے دیکھنے والوں کو تم پر پروفیسر ہی کا دھوکا ہوگا۔ مگر تم تو اس کا مکمل میک اپ کرتے رہے ہو۔ اس لئے عام آدمی قریب سے بھی تمہیں پروفیسر ہی سمجھتے۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ کون گدھا کسی کو قتل کرنے کے لئے شور مچانے والی جیپ میں بیٹھ کر کہیں جائے گا۔ سینٹ جوزف کالونی تو بہت گھنی آبادی رکھتی ہے اور پھر وہ دوسری حماقت کرے گا یعنی جیپ ہی میں بیٹھے بیٹھے سگریٹ سلگاتا تاکہ جیپ کے شور سے جاگے ہوئے پڑوسی اس کے چہرے کی جھلک دیکھ سکیں۔ تم نے پروفیسر کی آڑ لے کر ڈوروتھی کو قتل کر دیا۔ پھر مستقل طور پر مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہے کہ پروفیسر اسے قتل کر دینے کے لئے ایک بہانہ رکھتا تھا اور ساتھ ہی پروفیسر کی زندگی کا ثبوت بھی پیش کرتے رہے البتہ پوشیدہ تجوری والے معاملے میں تم چوک گئے۔ اس سے تمہارا مقصد یہی تھا کہ وہ خطوط میرے ہاتھ لگ جائیں اور میں یہ سمجھوں کہ پروفیسر انہیں تلف کر دینے کے لئے وہاں آیا تھا۔ ظاہر ہے ان خطوط کو دیکھ کر میں یہی سوچ سکتا تھا کہ پروفیسر ہی ڈوروتھی کا قاتل ہے اور اس لئے انہیں تلف کر دینا چاہتا تھا کہ کہیں وہ اس کے خلاف ثبوت کے طور پر نہ استعمال کئے جائیں۔ لیکن بوڑھے بیٹے تنویر...... تم اُس تجوری پر اپنی انگلیوں کے نشانات چھوڑ آئے تھے۔ ذرا احتیاط کی ہوتی۔ دستانے پہن لئے ہوتے۔''

''یہ جھوٹ ہے مجھے چھوڑ دو۔'' تنویر آفیسروں کی گرفت سے نکلنے کے لئے تڑپا۔

''اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ کل تم خود کو دیکھا کر حمید اور صوفیہ کو ڈاج دے گئے تھے اور کل رات کو تم نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش نہیں کی تھی کہ اب قصہ ہی ختم ہو گیا یعنی ڈوروتھی کا قاتل ختم ہی ہو گیا، لہٰذا اس کیس کا فائیل بند کر دیا جائے اور تم اطمینان سے ڈھائی لاکھ کی وہ رقم اپنے تصرف میں لاسکو گے جو پروفیسر نے ڈیڑھ ماہ قبل مختلف بینکوں سے نکالی تھی۔''

''یہ جھوٹ ہے۔'' صمدانی چیخا۔

''خاموش رہو۔ کسی بھی سازش کے لئے بہت بڑے دماغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ہر پہلو پر غور کر سکے۔ تم نے یہ نہ سوچا کہ اس سے پہلے پروفیسر اپنے نوکروں سے بھی اپنے چیک کیش کراتا رہا ہوگا اور انہیں بھی ان بینکوں کا علم رہا ہوگا جہاں جہاں پروفیسر کی رقومات جمع رہی ہوں گی۔ میں نے ان سب بینکوں کو چیک کیا اور اس نتیجے پر پہنچا آج سے ڈیڑھ ماہ قبل ان سے ایک ہی دن اور ایک ہی تاریخ کو ساری رقومات نکالی گئی تھیں جن کی مجموعی تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی۔ میں نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ پروفیسر کے نمونے کے دستخط بھی دیکھے اور پھر بینک میں آیا جہاں سے تم چیک کیش کرا کے پروفیسر کو روپ نگر کے پتے پر منی آرڈر بھیجا کرتے تھے۔''

''یہ سب جھوٹ ہے۔'' تنویر صمدانی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''سنتے جاؤ۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''یہاں اس بینک میں حیرت انگیز انکشافات ہوئے۔ یہاں دس ہزار سے زائد کا اکاؤنٹ کھولا گیا تھا اور اس کے دوسرے ہی دن جب دوسرے بینکوں سے ڈھائی لاکھ سمیٹے گئے تھے اور بتاؤں...... وہاں نمونہ کے دستخط پچھلے دستخطوں سے بالکل مختلف تھے۔ تم نے اکاؤنٹ پروفیسر کے نام سے کھولا تھا لیکن نمونہ کے دستخط چونکہ خود کئے تھے اس لئے ان کا پروفیسر کے اصل دستخط سے مختلف ہونا لازمی تھا۔ میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ پروفیسر کو تم نے قتل کیا تھا یا ڈوروتھی نے۔ لیکن تم دونوں ہی اس سازش میں شریک تھے۔ مشین کی ایجاد کے سلسلے میں روپوشی کا قصہ بھی غلط نہیں معلوم ہوتا۔ تم دونوں نے اسے رائے دی ہوگی کہ وہ مختلف بینکوں سے سارا روپیہ سمیٹ کر کسی ایک بینک میں جمع کرا دے۔ اس طرح منافع بھی معقول ملے گا اور اس کے بھیجے ہوئے چیکوں کو کیش کرا کے اسے رقومات

بھی بذریعہ منی آرڈر بھیجی جاتی رہیں گی۔ ممکن ہے مشین کی ایجاد اور روپوشی کی کہانی بھی تمہاری ذہنی اختراع ہو...... لیکن بہرحال پروفیسر کے لئے اتنا ہی کافی ہوسکتا تھا کہ اس کی بکھری ہوئی رقم یکجا ہوجانے سے زیادہ سود ملنے لگے گا۔ ہاں تو رقم اس رات گھر ہی میں رہی اور پروفیسر کو یہ سمجھایا گیا کہ وہ دوسرے دن جمع کرادی جائے گی اور پھر اسی رات کو پروفیسر ختم کر دیا گیا۔ چونکہ اسکیم بہت پہلے بنائی گئی تھی اس لئے تمہیں حوض کا گڑھا بھی تیار ملا۔ تم نے نہایت اطمینان سے لاش اس میں دفن کردی اور دوسرے دن مزدوروں نے اس کی جوڑائی کر کے پلاسٹر کر دیا۔ حوض تیار تھا اور اس میں ہنس کا جوڑا تیر رہا تھا۔ غالباً پہلے تمہاری اسکیم یہ رہی ہوگی کہ تم پروفیسر کی بیوی کو قتل کردو گے جس سے اس کے تعلقات خراب تھے اور پھر پولیس پروفیسر کے متعلق چھان بین کرے گی تو تم مشین کی ایجاد کے سلسلے میں پروفیسر کی روپوشی کی کہانی سناؤ گے پھر اسی طرح تم پروفیسر کا میک اپ کر کے کچھ دنوں تک پولیس کو چکر دیتے رہتے اور اسی طرح غرق ہوجاتے، چلئے کیس ختم اور فائیل بند۔ ڈھائی لاکھ روپیہ تم دونوں بانٹ لیتے۔ مگر پروفیسر کی بیوی کو قتل کرنے سے پہلے ہی شاید تم دونوں میں جھگڑا ہوگیا اور تم دونوں نے سوچا کہ کیوں نہ ڈوروتھی ہی کو قتل کر کے پروفیسر کو قاتل ثابت کرنے کی کوشش کرو۔ شاید ڈوروتھی کو بھی خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ کہیں تم اس پر نہ ہاتھ صاف کردو۔ لہٰذا اس نے پروفیسر کے پانچ اعزہ کے فون نمبر نوٹ کر کے رکھے تھے لیکن وہ انہیں کچھ بتانے سے قبل ہی ختم کردی گئی۔ شاید اس نے تمہیں چوروں کی طرح داخل ہوتے دیکھ کر ہی فائر کر دیا تھا لیکن تم بچ گئے اور تمہاری گولی اس کی کنپٹی پر بیٹھی۔ اس کے بعد تم نے جو جو قلابازیاں کھائی تھیں سب کے سامنے ہیں۔ مسز نجمی اتفاقیہ طور پر وہاں پہنچ گئی تھیں اس لئے تم کچھ تھوڑے بوکھلا بھی گئے تھے لیکن پھر اسے بھی اس کیس میں الجھانے کی کوشش کرنے لگے۔ یہ تدبیر تھی بھی بڑی شاندار۔ پولیس کچھ دنوں تک ذہنی جمناسٹک کرتی اور جب تم اس پر تھکن کے آثار دیکھ لیتے تو ایک دن اسی طرح جیپ میں بیٹھ کر ندی کی طرف بھاگ نکلتے اور پھر کسی موڑ پر رفتار کم کر کے خود اتر جاتے اور جیپ کافی اونچائی سے ندی میں جا گری...... مگر بُرا ہوا اس حوض کا جس میں ہنسوں کا جوڑا تیرتا تھا...... بُرا ہوا اس پوشیدہ

تجوری کا جس پر تم بوکھلاہٹ میں اپنی انگلیوں کے نشانات چھوڑ گئے تھے۔ اور پتھر پڑیں اس عقل پر جس نے بینکوں سے رقومات نکلوانے کے بعد ان کا ایک قلیل حصہ کسی دوسرے بینک میں جمع کرانے کا مشورہ دیا تھا۔ آخر اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ تنویر، کیا پروفیسر روپ نگر میں اپنے پاس کیش نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس کے لئے تم سے کوئی بھی جواب طلب نہ کرتا کہ تم نے اسے اتنی رقم کیوں لے جانے دی بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ کوئی بینک کسی طرف دھیان بھی نہ دیتا۔ اگر تم یہ بتاتے کہ وہ روپ نگر سے تمہیں چیک بذریعہ ڈاک بھیجتا ہے اور تم اُسے کیش کرا کے رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دیتے ہو۔ یہ قصہ سن کر تو فوراً ہی یہ سوچنا پڑتا ہے کہ آخر پروفیسر نے وہیں کے بینک میں اپنی کچھ رقم کیوں نہیں منتقل کرالی۔

''انہوں نے لاڈیل کے بیان میں ترمیم کرنے کی کوشش کی تھی۔'' حمید نے مسز نجمی کی طرف دیکھ کر فریدی کو یاد دلایا۔

''اس کے لئے انہیں عدالت میں جوابدہ ہونا پڑے گا۔'' فریدی بولا۔ ''ویسے میرا خیال ہے کہ یہ حرکت صرف اس لئے کی گئی تھی کہ یہ اتفاقاً حادثے والی رات کو ہوٹل سے باہر چلی گئی تھیں۔ لہٰذا پولیس کے شبہے سے بچنے کے لئے انہوں نے بدحواسی میں یہ حرکت کر ڈالی۔ ظاہر ہے کہ اگر لاڈیل اپنے بیان میں فائر کی آواز کا بھی اضافہ کر دیتی تو ان کی طرف سے شبہات ختم ہو جانے کا بھی امکان تھا۔''

''ہم سب کتے ہیں۔'' مسز نجمی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''کوئی کاٹ لینے کی دھمکی دیتا ہے اور کوئی نہایت خاموشی سے کاٹ لیتا ہے۔ لیکن کتے احسان فراموش نہیں ہوتے۔'' اس نے تنویر کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ ''یہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ اسے کس نے تنویر صمدانی بنایا تھا۔ کس نے اس کے لئے اتنا بڑا آفس مہیا کیا تھا۔ کس نے اسے سہارا دیا تھا۔ جب یہ ڈپلومہ لینے کی بعد در در کی خاک چھانتا پھر رہا تھا۔ تنویر کیا تم بھول گئے۔ احسان فراموش گندے کیڑے۔ میں تو اس کی کھلی ہوئی دشمن تھی۔ اس پر غصے میں چھری پھینک مارتی تھی.... تو مجھے ذلیل اور کمینہ کہتا تھا۔ اب میں تجھے کیا کہوں۔''

تنویر کی آنکھیں بند ہوگئیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

پھر سارا کمرہ سکوت کے گہرے سمندر میں ڈوب گیا۔

دوسری صبح شہر میں ہوئی۔ حمید خود کو ذہنی طور پر مفلوج سا محسوس کرنے لگا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اسے صوفیہ کے خیال نے پریشان کر رکھا تھا جسے ابھی تک پروفیسر کی موت کے متعلق نہیں بتایا گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اس خبر سے اس کا ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔ اس نے فریدی سے مشورہ کیا کہ اسے کس طرح اس کی اطلاع دی جائے۔

''بھئی یہ ایک ٹیڑھا مسئلہ ہے۔ وہ بچہ تو ہے نہیں کہ اس سے یہ بات کافی عرصہ تک پوشیدہ رہے گی۔ دنیا کے ہر آدمی کو کسی نہ کسی کی موت کا صدمہ ضرور سہنا پڑتا ہے۔ بہتر ہے کہ اب تم اسے بتا ہی دو۔ ویسے اب وہ بہتر زندگی بسر کر سکے گی۔ تنویر نے اعتراف کر لیا ہے کہ اس نے دو لاکھ روپے مختلف بینکوں میں اپنے لڑکوں کے نام جمع کرائے ہیں اور اس کا کہنا ہے کہ اسے اس جرم پر ڈوروتھی ہی نے اکسایا تھا۔ پروفیسر کی موت کی بھی وہی ذمہ دار تھی۔ اس نے اسے پانی میں ایک بہت ہی سریع الاثر قسم کا زہر دیا تھا اور وہ کہتا ہے کہ اسے ڈوروتھی کی طرف سے خدشہ تھا کہ کہیں وہ اسے بھی نہ ختم کر دے۔ اسی لئے اس نے اسے قتل کر دیا۔ اگر وہ اس پر گولی نہ چلاتا تو اس کی دوسری گولی خود اسے ہی ختم کر دیتی۔

''لیکن آپ اس حوض تک کیسے پہنچے تھے۔''

''نوکروں سے دوسری بار گفتگو کرتے وقت اس کا تذکرہ آ گیا تھا۔ مجھے شبہ ہوا اور میں نے اسے کھدوا ڈالا۔ محنت برباد نہیں ہوئی۔ پروفیسر کی گلی سڑی لاش برآمد ہوگئی۔''

حمید خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ صوفیہ کو ان حالات سے مطلع کرنے کا ناگوار فرض انجام دینے جا رہا تھا۔

ختم شد